مقالۂ کاملہ

مولفہ

عالم لمعی و فاضل لوذعی جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی

باہتمام

خاکسار محمد نثار حسین نثار مالک کارخانہ عطر و مہتمم پیام یار

۱۹۰۹ع

قومی پریس لکھنؤ میں چھپا

طبع اول بار دو سو

قیمت فی جلد - [illegible]

قابل دید کتابین

مسلمانون کی گذشتہ تعلیم

مسلمانون کو اپنا گذشتہ اقبال اور اپنی اگلی لیاقت یاد کرنے کے لیے اگر کوئی کتاب ذریعہ ہو سکتی ہے تو مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی کی یہ کتاب ہے۔ عربی۔ انگریزی۔ اور فارسی تاریخون کے ورق الٹے گئے ہین۔ عالم خیال مین کھنڈر ان اسلام کی قدیم منہدم عمارات کے کھنڈرون کی سیر کی گئی ہے تو یہ ایک کتاب لکھی گئی ہے جسکو ایک پرانی دلچسپ داستان یا مجسم مایوسی مین شب اقبال کا تذکرہ کہنا چاہیے۔ قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

صبح امید

(مصنفہ مولوی شبلی صاحب نعمانی پروفیسر مدرسۃ العلوم مسلمانان)

موجودہ اسلام کی دلسوز تصویر دیکھنا ہو تو یہ مثنوی دیکھیے۔ نیچرل نظم مین اسلام کی حالت دکھائی گئی ہے۔ انکی مسدس قومی بھی اسکے ساتھ طبع کیا گیا ہے۔ قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

صبح خندان

ایشیائی شاعری۔ عاشقانہ قصہ حسن و عشق کا فسانہ۔ میر حسن کی بحر۔ اسکی تعریف لکھنے کی ضرورت نہین۔ قیمت فی جلد ۔

ضرب المثل

یہ رسالہ اون لوگون کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے جو اردو زباندانی کا شوق رکھتے ہین۔ قیمت فی جلد ۔

سراج غم

یہ رسالہ شہادت حسنین علیہ السلام کے حالات مین نہایت تحقیق سے بطور اختصار لکھا گیا ہے۔ عمدگی ملاحظہ سے معلوم ہوگی قیمت ...

دیوان صغیر

یہ دیوان حضرت شاہ صغیر مرحوم لکھنوی کا ہے۔ حضرت صغیر رشک مرحوم کے ارشد تلامذہ مین تھے۔ اردو نظم کے لیے غالبا اس سے زیادہ کوئی مفید ترکیب نہین کہ اگلے سخن سنجون کا کلام نئے طبع آزمائی کرنے والے اذکیا کی مدد کے لیے پیش کیا جائے۔ قیمت ۔ عہ

قصیدہ در مدح حضرت پیر و مرشد جناب مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی مدظلہ

برنگِ بو مری قسمت مین لکھی تھی جو عریانی
جنون نے مجکو بخشی شکلِ گلِ صد چاک دامانی

پھرا کرتا ہون مین وحشت زدہ ذراتِ صحرا مین
فلک کی طرح گردش ہے نہین ممکن تن آسانی

کبھی سر پر بگولے ہین کبھی شاخین ببولون کی
یہ زرین سایبان ہین اور وہ چترِ سلیمانی

شکستِ رنگِ عارض نے جو رنگ اپنا جمایا ہے
برستی ہے مری دیوارِ تن سے آج ویرانی

اگر مین جوشِ وحشت مین نکلجاتا ہون راتون کو
چراغِ راہ بنجاتا ہے ہر غولِ بیابانی

مری بے برگیان جب رنگ روپ اپنا دکھاتی ہین
چمن کے زرد پتے کرتے ہین مجھپر زر افشانی

مرے ارمان سب یون بند ہین غمخانۂ دل مین
مقید گوشۂ تاریک مین ہون جیسے زندانی

کھلے ہین داغ سینے مین بھرے ہین اشک دامن مین
مرے دم سے پھلی پھولی ہے کشتِ غم کی دہقانی

مری دلبستگی کھولین گی اکدن باغ کی کلیان
کہے گی زلفِ سنبل ہو بہو میری پریشانی

اگر یونہین برابر زخمِ دل اسکے رہے پیاسے
بکے گی آگ بے مول اک نہ اکدن اُبکا پانی

خیالِ غیر کا کیا ہو گزر اس خانۂ دل مین
کیا کرتی ہے معشوقِ ازل کی یاد دربانی

جبین سائی جو کی ہے آستانِ مقصدِ دل پر
چمکتا ہے قمر کی طرح میرا داغِ پیشانی

ذبابِ حرص اگر بیٹھے مرے خوانِ توکل پر
کرے بالِ ہمائے رحمتِ یزدان مگس رانی

پہنچتا ہے وادیِ ایمن کا نقشا میری آنکھون مین
نظر آتے ہین کیا کیا جلوۂ انوارِ یزدانی

کسی کا آفتابِ داغِ الفت کیا عیان ہوگا
کہ تشکیلِ خیطِ ابیض ہے خطِ چاکِ گریبانی

نہین ہے قدر میرے سامنے کچھہ ساغرِ جم کی
مرے پہلو مین ہے خود شیشۂ دل جامِ عرفانی

حسینانِ فسونگر کی ادا مین کیا لبھا مین گی
کہ ہے پیشِ نظر حسنِ عروسِ نظمِ قرآنی

خطوطِ بوریا کو جسم پر اُتو سمجھتا ہون
گلیمِ فقر کو مین جانتا ہون خزِ سلطانی

بنایا ہے خدا نے دل مرا گنجینۂ حکمت
مری نظرون مین ہے مشکل بہی علمِ یونانی

مرا دستِ کرم رکتا نہین ایثار سے دم بھر
لٹاتا ہون ہمیشہ گوہرِ اسرارِ فرقانی

حدیثِ مصطفیٰ سے ہے دہن ہمپایۂ کوثر
زبانِ تر مری ہے موجِ بحرِ فقہِ نعمانیؒ

مرے نورِ یقین سے ہے شبستانِ جہان روشن
برنگِ شمع کافوری سراپا دل ہے نورانی

مین یکتائے زمانہ ہون فصاحت مین بلاغت مین
مرے آگے نہین چل سکتی کچھ سحبان کی سحبانی

کیا کرتا ہے صید آغشتہ غزالانِ معانی کو
مرا کلک رواں ہے یا کوئی شیرِ نیستانی

مرے دیوان کا ہے نقطہ نقطہ لولوے لالا
مرے خامے مین شکلِ ابرِ نیسان ہے دُرافشانی

مرے اشعار گوہربار پر ہے فخر عالم کو
مری طبعِ رسا پر ناز کرتی ہے سخندانی

پھڑک اوٹھتا ہے جو سنتا ہے میری نظمِ دلکش کو
وہ سامع لکھنوی یا دہلوی ہو یا ہو ایرانی

مین عاشق بھی ہون ناصح بھی ہون شاعر بھی ہون وحشی بھی
مری باتین ہین پُر مجذوب کی صورت ہے دیوانی

نہ سمجھے میرے ہمدم بھی یہ سودا مجھکو کس کا ہے
کسی نے آجتک میری حقیقت کچھ نہ پہچانی

اوبل پڑتا ہون شکلِ چشمِ گریان جوشِ الفت مین
جنابِ فضلِ رحمٰن کا ہے مجھکو عشقِ پنہانی

خدا نے حسنِ صورت حسنِ سیرت جنکو بخشا ہے
نگاہِ معرفت بین مین نہین جنکا کوئی ثانی

شہِ ملکِ حقیقت بادشاہِ کشورِ معنی
امامِ علم و دین پیرِ طریقت شیخ ربانی

مہِ برجِ شریعت آفتابِ چرخِ یکتائی
چراغِ نقشبند و شمعِ بزمِ شیخ جیلانیؒ

سخن سنجی جو فیاضِ ازل نے مجھکو بخشی ہے
مناسب ہے جماؤن آج مین رنگِ گل افشانی

یہ میدانِ سخن ہے گو جوابِ عرصۂ محشر
سمندِ فکر کی اپنے دکھادون پھر بھی جولانی

ادب سے آئین رحمت کے فرشتے میری محفل مین
کہ مین کرتا ہون اپنے پیر و مرشد کی ثناخوانی

امنگون پر طبیعت ہے سناتا ہون مین وہ مطلع
کہ سنتے ہی پھڑک اوٹھے لحد مین روحِ خاقانی

مطلعِ ثانی

جنابِ فضلِ رحمٰن پر ہوا جب فضلِ رحمانی
دلِ اقدس بنا آئینۂ اسرارِ ربانی

خدا نے آپ کو آئینۂ قدرت بنایا ہے
نظر آتی ہے جسمین شانِ حسنِ صنعِ یزدانی

توجہ آپ کی جسپر ہوئی وہ ہوگیا کامل
اگر تھا ذرہ آسا بن گیا خورشیدِ عرفانی

مسخر کر لیا دم میں پریزادانِ معنی کو ۔ سویدائے دلِ پُرنور ہے مُہرِ سلیمانی
اگر دیکھے عرق ہائے جبینِ پاک کے قطرے ۔ ندامت سے ہو پانی پانی آبِ دُرِّ عمانی
جو بیٹھے آپ کے حلقے مین اطمینانِ دل پائے ۔ حضورِ فضلِ رحمٰن کیا چلے افسونِ شیطانی
اگر چاہین سلاطینِ جہان پر ہو شرف حاصل ۔ کہو خاقان و قیصر سے کرین حضرت کی دربانی
سر برآرائے اقلیمِ ولایت وہ ہوئے جب سے ۔ ملا ہے بوریے کو پایۂ اورنگِ سلطانی
فضائے کوچۂ رشکِ ارم کے آگے محشر مین ۔ خدا جانے مجھے بھائے نہ بھائے باغِ رضوانی
گہر پر پھر گیا پانی وہان کے سنگریزون سے ۔ خزف پارون سے ہین خونین جگر لعلِ بدخشانی
پئے مہمان نوازی خوانِ نعمت وہ بچھایا ہے ۔ کہ جسپر گیسوون سے حورین کرتی ہین مگس رانی
جو لذت آپ کی نانِ جوین سے دلکو ملتی ہے ۔ نہین ممکن کہ بخشے بادشہ کا خوانِ الوانی
تصور کرتے ہی دم بھر مین روشن خانۂ دل ہو ۔ تعالی اللہ کیا ہی چہرۂ اقدس ہے نورانی
دہن قفلِ درِ معنی ہے دل گنجینۂ عرفان ۔ زبانِ پاک مفتاحِ نکاتِ نظمِ قرآنی
کلید ۱۲
کرم مین بحرِ مواج آپ کی طبعِ مصفا ہے ۔ سراپا موجِ دریائے عطا ہے چینِ پیشانی
ہوئے سیراب لاکھون اک نگاہِ لطف پرور سے ۔ پلائے سیکڑون پیاسون کو اپنے جامِ احسانی
مگر مین خوبیِ قسمت سے ابتک رہ گیا پیاسا ۔ نہ بخشا مجکو خضرِ معرفت نے آبِ حیوانی
یہان تک سوزشِ دل سے لگی ہے آگ سینے مین ۔ کہ مثلِ آبِ گوہر ہو گیا خشک آنکھ کا پانی
تری دریا نوالی کا بہت ہے شور عالم مین ۔ ادھر بھی کچھ کرم ہو اے سحابِ فضلِ رحمانی
توجہ سے تری بن جاؤنگا مین بحرِ دریادل ۔ دکھائیگا مرا دامن بہارِ موجِ طوفانی
سمندِ فکر کو سرپٹ کہانتک شوق ہانکو گے ۔ قیامت تک نہو گا طے یہ میدانِ سخن رانی
اوٹھاؤ ہاتھ اب بہرِ دعا حسنِ عقیدت سے ۔ کہ ہو گلگونۂ رخسارۂ مدح و ثنا خوانی
الٰہی بارگاہِ لم یزل مین تیری آیا ہون ۔ کہ ہے درگاہ تیری مرجعِ ہر قاصی و دانی
بحقِ احمدِ مرسل شفیعِ عرصۂ محشر ۔ امامِ انبیا فخرِ رسل سرخیلِ عدنانی

بحقِ حضرتِ بوبکر صدیقِ امامِ حق
بحقِ حضرتِ سلمان گلِ باغِ سلمانی

بحقِ قاسمِ علمِ حقیقت حضرتِ قاسم
حفیدِ حضرتِ صدیق و دُرِّ بحرِ سلمانی

بحقِ جعفرِ دوم بایزید قطبِ بسطامی
بحقِ بوالحسن پیرِ طریقت شیخ خرقانی

بحقِ بوعلی فارمدیہ جہان آرا
بحقِ حضرتِ یوسف ابو یعقوب ہمدانی

بحقِ غجدوانی خواجہ عبد الخالقِ کامل
بحقِ حضرتِ عارف دُرِ دریاے عرفانی

بحقِ حضرت محمود انجیر آسمان رفعت
بحقِ حضرت خواجہ عزیزان کانِ ایقانی

بحقِ حضرت بابا بہارِ گلشنِ عرفان
بحقِ شاہ امیر خسرو ملک ہمہ دانی

بحقِ نقشبند علمِ دین خواجہ بہاؤ الدین
بحقِ حضرت خواجہ علاؤ الدین حقانی

بحقِ حضرتِ یعقوب چرخی مہرِ چرخِ دین
بحقِ حضرت خواجہ عبید اللہ یزدانی

بحقِ حضرت خواجہ محمد زاہدِ کامل
بحقِ حضرت درویش شاہِ ملکِ ایمانی

بحقِ خواجگی و خواجہ عبد الباقی عارف
بحقِ شیخ احمد زبدۃ الاقطابِ ربانی

بحقِ خواجہ معصوم و بحقِ شیخ ابوالقاسم
محمد نقشبند نخلبندِ باغِ ایقانی

بحقِ حجۃ اللہی زبیر خواجہ عالم
بحقِ حضرتِ خواجہ ضیاء اللہ یزدانی

بحقِ حضرت آفاق شاہِ کشورِ معنے
بحقِ مرشدِ حق فضلِ رحمن شیخ لاثانی

یہی ہے التجا میری تری درگاہِ عالی میں
طلسم آسا رہے جبتک بقائے عالمِ فانی

رہیں جبتک فلک پر قطب دونوں ساکن و ثابت
رہے جبتک فسان کی طرح دورِ چرخ گردانی

مہ و انجم فلک پر شمع سان جبتک رہیں روشن
رہے خورشید عالم تاب میں جبتک درخشانی

گلوں کا گلشنِ ایجاد میں جبتک ہے جوبن
رہیں جبتک ترنم ریز مرغانِ گلستانی

گل افشانی رہے جبتک مرے اشعار رنگین کی
رہے آویزہ گوشِ جہان جبتک ثناخوانی

جناب پیر و مرشد کا مرے سر پر رہے سایہ
رہے جاری ہمیشہ بحرِ فیضِ فضلِ رحمانی

جاء الحق وزهق الباطل

الحمد لله والمنة که این رساله حافله درجواب اقوال باطله اعنی

المقالة الكاملة

في رد

الاجوبة الفاخرة الفاضلة

مؤلفہ یگانۂ زمن جناب مولانا مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی باہتمام محمد نثار حسین

در قومی پریس لکھنؤ مطبوع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی نوالہ + والصلوٰۃ علی رسولہ واصحابہ والہ

امابعد امیدوار رحمت رب ہادی **محمد ظہیر احسن** نیموی عظیم آبادی عرض کرتا ہی کہ ہمارے پیرو مرشد جامع شریعت غرا مجمع طریقت بیضا عمدۃ الاولیا زبدۃ الاصفیا ولایت مآب قطب الاقطاب معدن ایقان مخزن عرفان حضرت سیدنا و مولانا **فضل رحمن** مد ظلہ المنان کی ذات بابرکات بھی عجب نعمت الٓہی ہے - خدانے مستجاب الدعوات ایسا بنایا ہے کہ آپکی دعاسے ہزارون کی مرادین حاصل ہوگئین سیکڑون کامیاب ہوگئے **گنج مراد آباد** جو حضرت کی جای سکونت ہے آپکے وجود باجود سے اسم بامسمی ہوگیا - بات کی بات مین شہرۂ آفاق ہوگیا - عوام تو عوام سیکڑون علماے کرام آپکے مرید ہین لاکھون مشتاق زیارت ہین - آپکا طریقہ نقشبندیہ ہے جسکی مدح و ثنا مین خامہ دوزبان عاجز و حیران ہے اور زبان قاصرالبیان و نعم ما قیل ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند	کہ برند از رہ پنہان بحرم قافلہ را
ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

نقشبندیہ مین سے بھی کون سلسلہ کہ مجددیہ جو نور علی نور ہے اور جسکے موجد امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہین - آج کون ایسا ذی فہم ہے جو ہمارے حضرت کا معتقد نہین بجا باغ نزاع نہین - آپنے کتب احادیث مولانا شاہ محمد اسحق مرحوم سے پڑھی ہین جناب شاہ عبدالعزیز

قدس سرہ سے بھی بلاواسطہ تلمذ ہے۔ راقم الحروف حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی
نوّر اللہ مرقدہٗ کی جناب مین علوم عقلیہ و نقلیہ پڑھکر جب وطن آنے لگا تو بخاری شریف
لیکر حضرت پیر و مرشد کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک تو آپ میرے
پیر و مرشد ٹھیرے دوسرے آپکو بلاواسطہ شاہ عبد العزیز مرحوم سے تلمذ ہے
مین چاہتا ہون کہ تبرکاً کچھ بخاری شریف آپسے بھی پڑھون۔ آپنے فرمایا کہ جب مین مولانا
شاہ عبد العزیز مرحوم کی خدمت مین پہلے پہل سبق کے لیے حاضر ہوا تو اونھون نے
فرمایا کہ میرے والد ماجد مولانا شاہ ولی اللہ مرحوم نے کتب احادیث پڑھانے سے پیشتر
یہ حدیث مسلسل بالاوّلیة پڑھی جو اونکو اپنے شیوخ سے باسنادہ پونہچی تھی قالَ رسولُ
اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّمَ الرّاحمونَ یرحمھُمُ الرّحمٰنُ ارحموا من فی الارضِ
یرحمکم من فی السّماءِ۔ فقیر حقیر حضرت پیر و مرشد سے یہ حدیث سُنکر نہایت ہی خوش ہوا
اوسکے بعد بخاری شریف کے کچھ احادیث پڑھکر سُنائے۔ آپنے جا بجا فوائد ارشاد فرمائے
پھر جمیع کتب احادیث کی اجازت دی۔ فالحمدُ للہِ علیٰ ذٰلکَ۔ الغرض ہمارے پیر و مرشد
مدظلہ صرف علوم باطنی ہی کے ماہر نہین بلکہ علوم ظاہری مین بھی مغتنمات روزگار سے
ہین۔ آپکے جو فرزند والاشان کاشف مقامات عرفان مخدومنا و مکرمنا جناب سید احمد میان
دام مجدہ ہین اونکا بھی کیا کہنا بمصداق اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہِ اپنے پدر بزرگوار کے ہمقدم
ہین۔ انکے بھی بہت سے حضرات مرید ہین۔ چنانچہ خدا بخشے جناب نواب صدیق حسن
خان بہادر کے بیٹے حنفی المذہب صوفی مشرب مشہور ہین۔ جناب مولوی نور الحسن
صاحب کو بھی جناب موصوف ہی سے شرف بیعت حاصل ہے۔ بلکہ مذاق صوفیانہ
مین چھوٹے چھوٹے دس رسالے بھی لکھے ہین جنکے نام شہرہ آفاق وغیرہ ہین
ان رسائل عشرہ مین جا بجا اپنے پیر و مرشد دام مجدہ اور ہمارے حضرت مدظلہ کے
ارشاد فیض بنیاد بھی نقل کیے ہین اور انکے کچھ حالات اور مقامات بھی بیان کیے ہین

اگر اونکو مرہم زخم جگر کہیے تو بجا ہی اور دارو ے درد دل فرمائیے زیبا ہی۔ مگر زمانہ ایسا فتنہ و فساد کا آ پونچا ہی کہ طفل دبستان تک نے آپکو علامۂ زمانہ جانتا ہی اور علمای کرام پر آستینین چڑہانیکو طیار ہو جاتا ہی۔ ہر گلی کوچے مین مطبع ہو گئے ہین جسکے جی مین جو آتا ہی اپنی شہرت کے لیے خامہ فرسائی کرکے چھپوا دیتا ہی

فی الحال ایک ذات شریف نے جو مؤ ضلع اعظم گڑہ کے رہنے والے ہین اور جنکا نام نامی مع القاب گرامی جناب مولوی حکیم ابو المکارم **محمد علی** ہے اون رسائل عشرہ پر جا بجا خامہ فرسائی کرکے ایک رسالہ چھپوا آیا ہے۔ جسکا نام ہاتھ بھر کا **الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلہ** رکھا ہی۔ یہ انوکھا رسالہ وقعت مین کاغذ بادی سے کچھ کم نہین۔ زمانہ کا یہ رنگ دیکھکر کہ جسپر ناحق بھی اعتراضات ہو جاتے ہین تو نافہمون کو سوء ظنی پیدا ہو جاتی ہے اوسکا جواب باصواب لکھنا ضرور ہوا۔ مگر ہر بات کے جواب مین کون تضیع اوقات کرے جہان کہین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر و مرشد دام فیضہ اور اونکے فرزند ارشد دام مجدہ کی نسبت خامہ فرسائی کی ہے اون سب کا جواب لکھے دیتا ہون۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ ٥ **قال المعترض**

فی الحال مجموعۂ رسائل دہ گانہ یعنی شہرۂ آفاق و فیض رحمانی و نور احمدی و میخانۂ عشق و نشۂ عرفان و اسرار محبت و گنجینۂ فقر و نسخۂ حکمت و نظر مرشد و حسن معاملہ جو مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادابادی کے فرزند شیخ احمد کے بعض مریدون کی تالیف سے ہے نظر سے گذرا

اقول ایک تو معترض صاحب سراپا تہذیب نے ان حضرات کو اس عنوان سے یاد کیا کہ لفظ جناب تک نہ لکھا دوسرے نام کو بھی صحیح طور پر تحریر نفرمایا۔ ہمارے حضرت پیر و مرشد مدظلہ کا اسم مبارک **فضل رحمٰن** ہے۔ نہ فضل الرحمن اور آپکے صاحبزادے کا نام نامی **سید احمد میان** ہے نہ شیخ احمد۔ مؤلف رسائل عشرہ نے جا بجا ان حضرات کے نام نامی صحیح طور پر لکھے ہین پھر بھی معترض صاحب نے ان اسما کو غلط لکھا۔ اور اصل یہ ہے کہ نامون مین غلطیان کرنا آپکی عادات قدیمہ سے ہے۔ دیکھیے تخریج زیلعی جسکا نام **نصب الرایہ** ہے اوسکا ملخص جو حافظ ابن حجر عسقلانی سے ہے جسکا نام **درایہ** ہے آپنے اوسکو بلفظ

تجارت اپنے اہتمام اور کمال تصحیح سے چھپوایا مگر بسم اللہ ہی غلط کہ سرلوح درایہ کے بدلے
آپنے نصب الرایہ لکھوادیا۔ خدا جانے آپکی یہ غلطی کتنے لوگون کو غلط مین ڈالیگی۔ بجاے
عبارت تو درایہ کی نقل کرینگے اور نصب الرایہ کا حوالہ دینگے اور اوسکو تالیف ابن حجر قرار دینگے
جس سے غلط در غلط ہو جایگا۔ اللہ تعالے ہرکسیکو ایسی فاحش غلطی سے محفوظ رکھے **قال
المؤلف** حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قائل ہوئے ہین کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہین اور علما
اسکے قائل ہین کہ گھٹتا بڑھتا ہے سویہ دونون قول صحیح ہین الخ **قال المعترض** دونون
قول صحیح نہین۔ صحیح یہی ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے الخ۔ **اقول** کم فہم حضرات تو قیامت
تک یہ دقیق مسئلہ نہ سمجھین گے مگر حق یہی ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے۔ امام ربانی **مجدد
الف ثانی** رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب دو صد و شصت و ششم مین تحریر
فرماتے ہین کہ در زیادتی و نقصان ایمان علمارا اختلاف ست امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالے
عنہ میفرماید الایمان لا یزید ولا ینقص۔ و امام شافعی رحمۃ اللہ سبحانہ میفرماید کہ یزید
و ینقص۔ و شک نیست کہ ایمان عبارت از تصدیق و یقین قلبی ست کہ زیادتی و نقصان
را دران گنجایش نیست وانچہ قبول زیادتی و نقصان کند داخل دائرہ ظن ست نہ یقین
غایۃ مافی الباب اتیان اعمال صالح انجلاء آن یقین میفرماید و اعمال غیر صالح آن یقین را مکدر میسازد
پس زیادتی و نقصان باعتبار اعمال در انجلاے آن یقین ثابت شد نہ در نفس آن یقین
جمعے یقین راکہ منجلی و روشن یافتند زیادہ گفتند ازان یقینے کہ آن انجلا و روشنی ندارد گویا
بعضے غیر منجلی یقین را یقین نہ انستند بان بعض منجلی را یقین دانستہ ناقص گفتند و جمعے دیگر
کہ حدت نظر داشتند دیدند کہ این زیادتی و نقصان راجع بصفات یقین ست نہ بنفس یقین
لاجرم یقین را غیر زائد و ناقص گفتند مثل آنکہ دو آئینہ برابر کہ در انجلاء و نورانیت تفاوت دارند
شخصے بیند آئینہ راکہ انجلا زیادہ دارد و نمایندگی در وے بیشتر ست گوید کہ این آئینہ زیادہ است
ازین آئینہ دیگر کہ آن انجلا و نمایندگی ندارد و شخصے دیگر گوید کہ ہر دو آئینہ برابر اند زیادت

بحث زیادت و نقصان ایمان

ونقصان ندارند۔ تفاوت در انجلا و نمایندگیست کہ از صفات آن آئینہ است پس نظر شخص
ثانی صائب ست و تحقیق شمو نافذ و نظر شخص اول مقصور بر ظاہرست و از صفت بذات
نرفتہ وَيَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ازین تحقیق
کہ این فقیر باظہار آن موفق شدہ است اعتراضات مخالفان کہ بر عدم زیادتی و نقصان ایمان
نمودہ اند زائل گشت و ایمان عامہ مومنان در جمیع وجوہ مثل ایمان انبیا علیہم الصلوات و
التسلیمات نشد زیرا کہ ایمان انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات کہ تمام منجلی و نورانی ست ثمرات
و نتایج باضعاف زیادہ دارد از ایمان عامہ مومنان کہ ظلمات و کدورات دارد و علیٰ تفاوت
درجاتہم۔ و ہمچنین ایمان ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ در وزن زیادہ از ایمان این امت است
باعتبار انجلا و نورانیت باید داشت و زیادتی را راجع بصفات کاملہ باید ساخت۔ نمی بینی
کہ انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات با عامہ در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت ہمہ متحد تفاضل
باعتبار صفات کاملہ آمدہ است۔ و آنکہ صفات کاملہ ندارد گویا از ان نوع خارج ست و از
خواص و فضائل آن نوع محروم با وجود این تفاوت در نفس انسانیت زیادتی و نقصان
راہ نمی یابد۔ و نمی توان گفت کہ آن انسانیت قابل زیادتی و نقصان ست واللہ سبحانہ
الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ۔ و ایضاً گویند کہ مراد از تصدیق ایمانی نزد بعض تصدیق منطقی ست کہ
شامل ظن و یقین ست برین تقدیر زیادتی و نقصان را در نفس ایمان گنجایش گشت لیکن صحیح
آنست کہ مراد از تصدیق ایجا یقین و اذعان قلبی ست نہ معنی عام کہ شامل ظن ہم بود۔
امام اعظم گویند اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا و امام شافعی گویند اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تعالیٰ۔ فی
الحقیقت نزاع ایشان لفظی ست مذہب اول باعتبار ایمان حال ست و مذہب ثانی باعتبار
مآل و عاقبت کار اما تحاشی از صورت استثنا اولیٰ و احوط ست۔ کما لا یخفی علی المنصف
اور امام رازی شافعی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے لو کان الایمان عبارۃ عن المعرفۃ
والاقرار لما قبل الزیادۃ۔ اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں والمعرفۃ والاقرار لا یقبلان

التفاوت ۔ اور علامہ عینی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین قال الامام ہذا البحث
لفظی لان المراد بالایمان ان کان ہو التصدیق فلا یقبلہما وان کان الطاعات
فیقبلہما فکل ما قام من الدلیل علی ان الایمان لا یقبلہما فہو مصروف الی
اصل الایمان وکل ما دل علی ان الایمان یقبلہما فہو مصروف الی الکامل
وہو مقرون بالعمل ۔ اور درر ازہر مین لکھا ہے ۔ ان الایمان لا یزید ولا
ینقص من حیث اصل التصدیق والاذعان الا انہ یتقوی ویضعف من جہۃ
الیقین ۔ اور رد المعقول مین لکھا ہے کہ تحقیق نفس ایمان کم وبیش نہین ہوتا نزدیک
عام حنفیہ کے لیکن فرق اوسمین باعتبار قوت اور ضعف کے ہے اسلیے کہ ایمان عبارت ہے
تصدیق قلبی سے کہ حد اذعان کو پہونچ جائے اور اوسمین زیادتی اور کمی متصور نہین حتی کہ
جسکو حقیقت تصدیق کی حاصل ہوجائے خواہ وہ عبادت کرے خواہ گناہ تصدیق اوسکی
برحال خود باقی رہیگی اوسمین کچھ تغیر نہین آتا اور دلیل ہماری قول جناب باری ہے وَاِذْ قَالَ
اِبْرَاہِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ
قَلْبِیْ ۔ یعنے جسوقت کہا ابراہیم نے اے رب میرے دکھا مجکو تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے
کہا کیا تو ایمان نہین لایا ۔ کہا ابراہیم نے ایمان تو لایا ہون مگر دل کا اطمینان چاہتا ہون پس
اگر ایمان زیادتی اور نقصان قبول کرتا تو جواب ابراہیم کا وَلٰکِنْ لِیَزِیْدَ اِیْمَانِیْ ہوتا یعنے
مگر اسلیے کہ زیادہ ہوجائے ایمان میرا پس قول ابراہیم کا لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ دلیل یقینی ہے
اسپر کہ نفس ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ۔ البتہ اطمینان سے تصدیق اصلی کو تقویت ہوتی
ہے ۔ اسیطرح قول اللہ تعالے کا اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ ۔ یعنے یہی ہین
جنکے دلون مین حق تعالے نے ایمان ثابت کردیا ہے اور ظاہر ہے کہ ثبت زیادہ اور کم
نہین ہوتا ۔ علی ہذا القیاس قول رسالتمآب کا حدیث ابوسعید مین جو نہی عن المنکر مین وارد ہے
وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ ۔ دلالت کرتا ہے اسپر کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم

لیکن قوی اور ضعیف ہو جاتا ہے جیسا کہ مذہب حنفیہ کا ہے انتہی - اب معترض صاحب عبارات
سابقہ کو بامعان نظر ملاحظہ فرمائین اور انصاف کے ساتھ کچھ فہم سے بھی کام لین اور اپنے
کل دلائل کا جواب بطور اختصار سن لین کہ اگر ایمان مین اعمال صالحہ بھی معتبر ہین تو اوسکی زیادت
ونقصان مین ہین کلام نہین اور یہ جو لکھا ہر کہ امام اعظمؒ مطلقا ایمان کے کم وبیش ہونے کی
نفی فرماتے ہین محض خلاف ہر - اور اگر ایمان کے معنے تصدیق قلبی یا تصدیق مع الاقرار لیے
جائین تو کمی بیشی اگر ممکن ہے تو باعتبار قوت وضعف کے نہ اصل تصدیق یا اقرار کی حیثیت سے
پس نزاع لفظی ہونا ظاہر ہے - اور جو لوگ تصدیق کی زیادت ونقصان کے قائل ہین
اگر اونکی مراد باعتبار قوت وضعف ہر تو ہمارے خلاف نہین اور اگر نفس تصدیق مین اسکے قائل
ہین تو اونکا قول ہرگز صحیح نہین - **قال المعترض** - یہ بھی یاد رہے کہ اسیوجہ سے اکثر آپکے
اجتہاد خلاف کتاب وسنت واقع ہوا دیکھو غسالہ وضو بدلیل شرعی وبمذہب راجح نجس نہین اور
امام اعظمؒ کے نزدیک نجس ہے - **اقول** - سبحان اللہ آپنے مثال کیا معقول دی ہے جناب عالی
حسب روایات مشہور جناب امام کے نزدیک بھی آب مستعمل پاک ہر کذا فی المحیط وغیرہ اور کتاب
ذخیرۃ العقبیٰ مین ہے قال القاضی الفاضل الزاهدی نقلا عن استاذہ فقد
صحت الروایات عن الکل سوی الحسن ان الماء المستعمل طاهر وعلیہ الفتوی ہے
بلکہ صاحب ذخیرہ نے قاضی القضاۃ ابو حازم عبد الحمید عراقی کا یہ قول نقلا عن التحفہ نقل کیا ہر -
ارجو ان لا یثبت روایۃ النجاسۃ فیہ عن ابی حنیفۃ اور عمدۃ الرعایہ مین ہے
اعلم انہ رویت عن ابی حنیفۃ فیہ ثلث روایات احدها انہ نجس مغلظا رواہ
الحسن بن زیاد واخذ بہ وسندہ هو القیاس علی کون مال الصدقۃ مطهرا
محرما علی بنی هاشم مع الاحادیث الدالۃ علی خروج الخطایا بالماء وثانیها
انہ نجس مخففۃ رواہ ابو یوسف واخذ بہ فان للبلوی تاثیرا فی تخفیف النجاسۃ
وثالثها انہ طاهر رواہ محمد واخذ بہ وعلیہ الفتوی کما فی النهایۃ المختصر جب

حسب روایت مشہور آب مستعمل جناب امام کے نزدیک بھی پاک ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے
تو معترض صاحب کا اکثر اجتہادات جناب امامؒ کو خلاف کتاب و سنت قرار دیکے ایسی معقول
مثال پیش کرنا آپکے کمال فہم و فراست پر دال ہے۔ ثم قال شعرانی نے امام اعظمؒ و امام
ابو یوسف کا کشف اسکے نجاست غلیظہ ہونے پر بیان کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ
نے چند مرتکبین کبائر کے غسالۂ وضو میں گناہوں کو بجنسہ گرتے دیکھا ناظرین پر مخفی نرہے کہ یہ
کشف دو وجہ سے خلاف ہے اوّل یہ کہ اقوال سلف سے ثابت ہے کہ وضو وغیرہ سے
صغائر معاف ہوتے ہیں نہ کبائر اقول یہ قول عموماً صحیح نہیں کیونکہ وقت نہونے صغائر کے
علما کو وضو وغیرہ کی وجہ سے تخفیف کبائر سے انکار نہیں۔ دیکھو نووی نے شرح صحیح مسلم میں
لکھا ہے ص ۱۲۱ وقد يقال اذا كفر الوضوء فماذا تكفر الصلوة واذا كفرت الصلوة
فماذا تكفر الجمعات ورمضان وكذلك صوم يوم عرفة كفارة سنتين وصوم يوم عاشوراء
كفارة سنة واذا وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه والجواب
ما اجاب به العلماء ان كل واحد من هذه المذكورات صالح للتكفير فان وجد
ما يكفره من الصغائر كفره وان لم يصادف صغيرة ولا كبيرة كتب به حسنات
ورفعت به درجات وان صادفت كبيرة اوكبائر ولم يصادف صغيرة رجونا
ان يخفف من الكبائر۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس نے
اچھی طرح وضو کیا اوسکے کل صغائر معاف ہو جاتے ہیں تو مثلاً ایک شخص نے وضوے کامل کیا
اور بفحواے احادیث اوسکے کل صغائر معاف ہو گئے اوسکے بعد پھر اوسنے وضوے کمل کیا
تو جب وضوے کامل میں خداے پاک نے یہ فضیلت رکھی ہے کہ ایک دفعہ کرنے سے
کل صغائر معاف ہو جاتے ہیں تو کیا ایسی حالت میں کہ کل صغائر معاف ہو چکے ہیں کبیرہ تھا ہا
اگر نہیں تو کیا وضو کی برکت سے اوس میں کچھ بھی تخفیف نہوگی۔ کوئی آیت یا حدیث ایسی نہیں
جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہیں ہوتے۔ اور حدیث میں جو یہ آیا ہے

کانت کفارۃ لما قبلہا من الذنوب ما لم یؤت کبیرۃ - اسکا مطلب ہے کہ جب تک
انسان کبیرہ کا مرتکب نہین ہوا ہے وضو سے کل گناہ معاف ہوجاتے ہین اور اگر کبیرہ کا مرتکب
ہوجاتا ہے اوسوقت کل گناہ معاف نہین ہوتے یا تو صغائر معاف ہوجاتے ہین کبیرہ رہجاتا ہے
کیونکہ وضو کا اتنا اثر نہین کہ صغائر اور کبائر دونون معاف کرادے - یا صغائر رہجاتے ہین کبیرہ
چونکہ عظیم الشان ہے وضو سے پہلے اوسمین تخفیف ہوتی ہے - الحاصل جب تک آدمی کبیرہ کا
مرتکب نہین ہوتا وضوے کامل سے کل گناہ معاف ہوجاتے ہین اور اگر کبیرہ کیا تو کل معاف
نہین ہوتے صغائر معاف ہوئے تو کبیرہ رہجاتا ہے اور اگر کبیرہ معاف ہوگیا تو صغائر رہگئے
جب کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہین کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہین ہوتے تو اللہ
تعالے کی رحمت واسعہ کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت - اب مین کہتا ہون کہ گناہون مین اسقدر
سیاہی ہے کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حجر اسود دودھ سے بھی کہین
زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہون نے اوسکو سیاہ بنادیا - اس حدیث سے یہ بات نکلی
گو نظر نہ آئے مگر درحقیقت اجساد و قلوب بنی آدم گناہون سے سیاہ ہوجاتے ہین - کیونکہ جب
پتھر کا یہ حال ہے تو گوشت و پوست کا کیا پوچھنا جب یہ سن چکے تو مین نے مانا کہ جمیع سلف
قائل ہین کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہین ہوتے اور حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے
مگر کیا یہ ممکن نہین کہ جسطرح آدمی کے بدن سے آفتاب کی سیاہی دور ہوجاتی ہے اور آفتاب کا
وجود عالم مین رہتا ہے اسیطرح گناہ تو باقی رہے مگر اوسکی سیاہی جسد سے دور ہوجائے تو
اب سنو کہ صحیح مسلم مین ہے عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ قال اذا توضأ
العبد المسلم او المؤمن فغسل وجہہ خرج من وجہہ کل خطیئۃ نظر الیہا بعینیہ
مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان
بطشتہا یداہ مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرجت کل خطیئۃ
مشتہا رجلاہ مع الماء او مع اخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب یعنی

آپنے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مومن وضو کرتا ہے تو جب وہ منہ دہوتا ہے تو آنکھون کے جتنے گناہ ہین سب کے سب پانی کے ساتھ نکلجاتے ہین اور جب ہاتھون کو دہوتا ہے تو ہاتھونکے سب گناہ پانی کے ساتھ خارج ہوجاتے ہین اور جب پاؤن دہوتا ہے تو پاؤن کے سب گناہ پانی کے ساتھ نکل جاتے ہین یہان تک کہ پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ وفی الصحیحین من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ اب ہین آپکو ایسا نکتہ بتاتا ہون جو نہ خیال اقدس مین کبھی گذرا ہوگا اور نہ غالبًا کسی کتاب مین دیکھا ہوگا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ تو ثابت ہوچکا کہ اجساد وقلوب گناہون سے سیاہ ہوجاتے ہین بقرینہ بعض الفاظ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہر گناہ کی سیاہی بدن سے نکلکر آب وضو کے ساتھ بہجاتی ہے اور بفحوائے حدیث تبلغ الحلیة من المؤمن حیث یبلغ الوضوء رواہ مسلم۔ جہان جہان وضو کا پانی پہونچتا ہے وہ عضو چمکنے لگتا ہے۔ رہے نفس گناہ وہ بھی عفو ہوگئے یا نہین یعنے ہنوز مستحق عذاب ہے یا نہین تو دوسرے احادیث کے ملانے سے یہ بات نکلی کہ جبتک کبیرہ نہین کیا ہے اسی وضو کی برکت سے وہ بھی سب کے سب معاف ہوجاتے ہین اور اگر کبیرہ کا مرتکب ہوا تو سب تو نہین بعض معاف ہوجاتے ہین صغائر معاف ہوگئے تو کبیرہ رہگیا۔ اور اگر کبیرہ مین تخفیف ہوئی تو صغائر رہگئے۔ دیکھیے حدیث اپنے عموم پر بھی رہی اور سلف کے خلاف بھی نہوا اور مطلب نہایت دلچسپ نکل آیا۔ فالحمد للہ علی ذلک **ثم قال** ص۱۱ اگر وضو سے کبائر کا معاف ہونا ثابت ہوجائے تو حدود وقصاص جو بعض کبائر کے لیے ہین بیکار ہوجائین۔ **اقول** ماشاء اللہ فہم وفراست ہو تو ایسی ہو اجتہاد ہو تو ایسا ہو۔ اگر کبائر کے معاف ہوجانے سے حدود وقصاص بھی معاف ہوجایا کرین تو ملاحظہ ہو کہ توبہ سے تو بالاتفاق کبائر معاف ہوجاتے ہین اگر کوئی زنا کرے یا قتل نفس کرے پھر توبہ کرلے تو کیا حد جاری نہوگی قصاص نہ لیا جائیگا ذرا انصاف کیجیے کہ آپکی یہ تقریر مضحکہ طفلان نہین ہے تو کیا ہے۔ جناب عالی یہ معرکہ علم واستعداد کے

نہ جولانگاہ نیسواران معترض صاحب نے جناب امام رحمۃ اللہ علیہ کے اوس کشف کے بطلان کی جو وجہ اول بیان کی تھی وہ تو ہباءً منثوراً کی طرح اوڑ گئی رہی وجہ ثانی اوسکی بھی خبر لی جاتی ہے۔ **ثم قال** صہ۱۰ ثانی یہ کہ دلیلون سے غسالہ کا پاک ہونا ثابت ہے۔ منتقی الاخبار مین ہے (باب طہارۃ الماء المتوضأ بہ) عن جابر بن عبد اللہ قال جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وانا مریض لا اعقل فتوضأ وصب وضوءہ علی وعن حذیفۃ بن الیمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ وہو جنب فحاد عنہ فاغتسل ثم جاء فقال کنت جنبا فقال ان المسلم لا ینجس رواہ الجماعۃ الا البخاری و الترمذی - انتہی - نیل الاوطار مین ہے استدل الجمہور الخ - **اقول** ان دونون حدیثون مین سے کوئی حدیث غسالۂ وضو کی طہارت پر دال نہین - اسلیے کہ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جابرؓ بیمار تھے اور غش مین پڑے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیادت کیلیے تشریف لائے آپنے وضو کیا پھر اپنا آب وضو اونپر ڈالدیا - اسمین یہ کہان ہے کہ جس پانی سے آب اعضا دہو چکے تھے وہی غسالہ آپنے اونپر بہایا - کتب احادیث مین وضو بمعنی فضل وضو بکثرت موجود ہے چنانچہ نسائی نے اسی حدیث کو باب الانتفاع بفضل الوضوء کے تحت مین ذکر کیا ہے - اور فضل وضو کا اطلاق بقیہ آب وضو پر ظاہر ہے - پس غسالۂ وضوے نبوی کا حکم اور حدیثون سے جو کچھ ثابت ہو مگر یہ حدیث مفید مدعا نہین - اور اگر بالفرض غسالۂ وضو بھی مراد لیا جائے تو بھی کچھ حرج نہین کیونکہ غسالۂ وضو کی نجاست کی وجہ تو یہ کہی گئی ہے کہ اوسمین گناہون کی آلایش رہتی ہے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو معصوم تھے آپکے غسالۂ وضو مین گناہون کا میل کیون ہونے لگا جو نجس قرار پائے - دیکھیے قاضی شوکانی کے نیل الاوطار کی تحریر یا کچھ لکار آمد ہوئی و فوق کل ذی علم علیم - رہی دوسری حدیث اوسکا مضمون یہ ہے کہ حذیفہؓ جنب تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اونسے ملے وہ ٹل گئے اور بعد غسل کے حاضر ہوئے اور بولے کہ مین جنب ہو گیا تھا اسلیے ٹلگیا تھا

اب نہا کر حاضر ہوا آپنے ارشاد فرمایا کہ مسلم نجس نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث مین تو غسالۂ وضو کا پتا تک نہیں ہے۔ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار مین صاحب منتقی الاخبار کی طرفسے وجہ استدلال جو یہ بیان کی ہے کہ جب مسلم نجس نہیں ہوتا تو بمجرد مماست کے غسالہ وضو کی نجاست کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ توجیہ محض ناقص ہے کیونکہ مس ذکر مین بھی یہ تقریر چل جائیگی اور ہاتھ دھونا لغو ٹھہر جائیگا۔ اب ملاحظہ طلب یہ بات ہے کہ جناب امام کا کشف نجاستِ غسالہ کے متعلق نہین بلکہ بات یہ ہے کہ حدیثون سے گناہون کا خارج ہونا ثابت ہوا اور سر باطن کی آنکھون سے آبِ وضو کے ساتھ دنس ذنوب کو گرتے بھی دیکھا۔ پھر آپنے اجتہاد کیا تو بقول بعض روایت نجاست غسالہ کے قائل ہوئے۔ اب غور فرمایئے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ ان حدیثون سے ہر غسالۂ وضو کی پاکی ثابت ہے تو بھی حضرت معترض کو کچھ مفید نہیں کیونکہ آپنے دعوی یہ کیا کہ یہ کشف ہی باطل ہے اور اوسی کے بطلان پر آپنے یہ حدیثین پیش کین اور ان سے ثابت کیا کرنے لگے کہ غسالۂ وضو طاہر ہے اس سے تو غایۃ مافی الباب خطاے اجتہاد ثابت ہوتی ہے نہ خطاے کشف۔ افسوس آپنے اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ دعوی کیا ہے اور دلیلون سے نکلتا کیا ہے۔ اور اگر علامہ شعرانی کی تحریر سے آپ یہ سمجھے ہین کہ جناب امام کو نجاست غسالہ کا کشف ہوا تھا جیسا کہ آپکی تحریر سے نکلتا ہے تو مین بجز اسکے اور کیا کہون کہ اللہ تعالے ہر کسی کو ایسی صاف عبارت کی نافہمی سے بچائے جسکو دیکھکر مبتدیان فن بھی ہنس پڑین۔ معترض کا جواب باصواب تو ہو چکا اب یہ بھی سُنلو کہ بعض روایت مین جناب امام سے جو نجاست کا حکم مروی ہے اوسکو بعضون نے یون تطبیق دی ہے کہ نجاست کا حکم اہل کشف کے حق مین ہے۔ عامہ مسلمین کے لیے طہارت ہی کا حکم ہے۔ چنانچہ علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ مین لکھا ہے فالاول خاص باھل الکشف من العلماء والصالحین والثانی خاص بعامۃ المسلمین۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حتی الوسع غسالۂ وضو سے احتیاط اولی ہے چنانچہ امام شعرانی نے اپنے شیخ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ الاولی لکل مقلد

مدت رضاعت

ان یجتنب غسالتہ الماء المستعمل - ثم قال صـ۲۶ اور دیکھو مدت رضاعت تمام ائمہ کے نزدیک بدلیل آیت حولین کاملین دو برس ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اڑہائی برس ہے - حملہ وفصالہ ثلثون شھرًا مین مذہب امام اعظم پر جمع ہونا حقیقت ومجاز کا لازم آتا ہے وھو کما تری - علاوہ اسکے دونون آیتون مین تعارض لازم آتا ہے فتدبر اسی طرح بہتیرے مجتہدات امام اعظم علیہ الرحمہ کے خلاف کتاب وسنت ہین - چونکہ اسکا بسط یہان بے موقع ہے لہذا اسیقدر پر اکتفا کیا گیا - **اقول** - ع ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ÷ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست ÷ جناب عالی آپنے یہ کہان سُن لیا کہ بجز امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام ائمہ کے نزدیک مدت فصال دو برس ہین - دور کیون جائیے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی دو برس سے زیادہ رضاعت جائز ہے انکے نزدیک ایک روایت مین دو برس دو مہینے اور ایک روایت مین دو برس ایک مہینہ اور ایک روایت مین کچھ حد نہین جبتک لڑکے کو دودہ کی حاجت ہو پلا سکتے ہین - جب معلومات اقدس کا یہی حال ہے تو خدا ہی حافظ - بہرکیف امام اعظمؒ وغیرہ کے نزدیک اگر آیۃ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۝ سے حرمت رضاعت بعد حولین ثابت نہین ہوتی تو اونکا اجتہاد بہت صحیح ہے سباق وسیاق سے خوب روشن ہو جاتا ہے کہ یہان حرمت رضاعت کا پتا تک نہین - یہان تو زوج اور زوجہ مطلقہ کے معاملات کا ذکر ہے - مطلب یہ ہے کہ اگر زوج چاہے کہ زوجہ مطلقہ پر جبتک اوسکا حق استرضاع بالاجرۃ ثابت ہے بچے کو دودہ دودہ پلایا کرے تو ایسی حالت مین والدہ رضیع کو دو برس تک دودہ پلانا ضرور ہے اور زوج پر اوسکا نفقہ واجب ہو - دو برس کے بعد اوسکا حق جاتا رہا - ان آیتون سے یہ کہان نکلتا ہے کہ مان اپنے بچے کو تبرعًا بھی دو برس سے زیادہ دودہ نہین پلا سکتی - حاشیہ بیضاوی مین ہے - والحاصل یرضعن لمن اراد من الاباء ان یتم الرضاعۃ بالاجرۃ

فهذا لا یقتضی ان انتهاء مدة الرضاعة مطلقا بالحولین - اور تفسیر احمدی مین ہے
وبالحقیقة لیس هو حجة لهم فیما ذهبوا الیه من عدم زیادة الرضاع علی حولین
لانه قید لوجوب ارضاع الوالدة ولدها یعنی ان لیس الواجب علی الوالدة
ارضاع ولدها عند العذر الا حولین کاملین والزیادة تبرع منها الخ اور تفسیر کشاف
مین ہے فان ارادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح علیهما فی ذلک زادا
علی الحولین او نقصا وهذه توسعة بعد التحدید ۵ **الحاصل** آیۂ حولین کاملین
سے اگرچہ بادی النظر مین یہی سمجھا جاتا ہے کہ بعد حولین رضاعت حرام ہے اور اسی سبب سے
اکثر ائمہ دو ہی برس کے قائل ہوئے مگر جن علما نے خوب غور کیا جیسے امام اعظم اور امام مالک
اور امام زفر رح وہ خوب سمجھ گئے کہ ہرگز اس آیت کو حرمت رضاعت سے کچھ علاقہ نہین - رہی
آیت حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا - جسکی نسبت لوگون کا یہ خیال ہے کہ مذہب امام
اعظم پر درست نہین ہو سکتی - کیونکہ اگر یہ کہیے کہ ہر ایک کی مدت تیس۳۰ مہینے ہین تو فصال کا
اڑھائی برس ہونا تو نکلا مگر اسکے ساتھ ہی اکثر مدت حمل کا بھی اڑھائی برس ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ
امام صاحب رح کے نزدیک مدت حمل دو ہی برس ہین - اور اگر یہ کہیے کہ مجموع حمل و فصال کی
مدت تیس مہینے ہین تو یہی صورت قرار پائیگی کہ چھ مہینے اقل مدت حمل کے اور دو برس اکثر
زمانۂ رضاعت کے ہین اور ان دونون کے ملانے سے تیس مہینے ہوتے ہین - المختصر پہلی
صورت مین حمل کا مسئلہ غلط ٹھہرتا ہے اور دوسری صورت مین رضاعت کا مسئلہ باطل
ہوتا ہے - اگرچہ یہ تقریر بظاہر دلپذیر ہے مگر ذرا جائے غور ہے کہ یہ کوئی حدیث نہین جسکی
نسبت یہ گمان ہو کہ جناب امام کو نہ پہونچی - یہ تو آیت قرآنی ہے نظر سے گذرنا چہ معنی وارد
ضرور اسکے معانی سمجھنے مین کماحقہ اجتہاد کیا ہوگا اور ہر پہلو دیکھ لیا ہوگا پھر بھی جناب امام رح
جو اسی کے قائل ہوئے کہ اکثر مدت حمل دو برس ہین اور اکثر مدت رضاعت اڑھائی برس
تو اسکی کوئی وجہ ضرور ہے - مگر بات یہ ہے کہ بعض وجوہ استدلال جناب امام رح ایسے غامض ہین

کہ لوگون کا وہان تک پہونچنا کچھ آسان نہین - علماے حنفیہ سے جہان تک ممکن ہوا اپنے
مدارک کے موافق جناب امام کی طرف سے وجوہ استدلال بیان کیے ہین - چنانچہ اس آیۂ کریمہ
کے باب مین بعضون نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ کا بیان ہے
وہ چھ مہینے مان کے پیٹ مین رہے تھے اور دو برس تک دودھ پیا تھا - اسکی تشریح تفسیر کبیر مین
موجود ہے - غرض کہ یہ واقعہ خاص ہے نہ حکم عام - اور بعضون نے لکھا ہے کہ حمل سے
مراد حمل بالاکف ہے - اور بعضون نے لکھا ہے کہ اسمین حمل و فصال کی اقل مدت کا بیان ہے
اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور اقل مدت ارضاع حولین کاملین ہے - شرح قدوری مین لکھا ہے
انما هو بیان لاقل مدة الفصال الا ترى انه فرق بين الحمل والفصال واراد اقل
مدة الحمل كذلك اراد اقل مدة الفصل - اور علامہ زیلعی نے شرح کنز مین لکھا ہے
کہ فصال سے مراد فصال استحقاق الاجرة عن الوالد ہے نہ فصال مدت رضاع - اور اگر اسکو تسلیم
کرلین تو یہ اقل مدت رضاع کا بیان ہے نہ بیان حرمت رضاع بعد الحولین کا - اور بعضون نے
لکھا ہے کہ چوبیس ۲۴ کو مجازاً ثلثون کہ سکتے ہین - چنانچہ تفاسیر مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم جب مبعوث ہوئے تھے تو حضرت ابوبکر چالیس ۴۰ برس سے کچھ کم تھے پھر بھی اونکی شان
مین قرآن پاک مین ہے بلغ اربعين سنة یہان اربعین کا اطلاق چالیس سے کم پر
مجازاً موجود ہے پس اوس آیت مین حمل و فصال مین سے ہر ایک کی مدت ثلثون شهرا
ہے - فصال کے لیے ثلثون شهرا بمعنی حقیقی ہے اور حمل کے لیے بمعنی مجازی جس سے
مراد چوبیس ۲۴ مہینے ہین کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے الولد لا یبقی فی بطن امه
اكثر من سنتين - رواه البيهقي وغيره - چونکہ اس تقریر مین ایک ہی لفظ مین حقیقت و
مجاز کے اجتماع کا وہم ہوتا ہے - علامہ شامی نے یہ جواب دیا ہے کہ ثلثون شهرا جو مذکور ہے
وہ فصالہ کی خبر ہے نہ حمل کی اور حمله کی خبر ثلثون شهرا مقدر ہے جسکے معنے مجازاً
چوبیس ۲۴ مہینے ہین - پس اس تاویل سے لفظ واحد مین حقیقت و مجاز کا اجتماع لازم نہین آتا -

جب یہ تاویلات سُن چکے تو اب عرض یہ ہے کہ مین پہلے ہی کہہ چکا کہ جناب امامؑ کے بعض وجوہ
استدلال بہت ہی دقیق ہین جنکو ظاہریہ تو کیا بڑے بڑے علماے حقیقت شناس و
فضلاے معرفت اساس بعض دفعہ نہین پا سکتے اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔ تو سنو کہ اسی آیت سے
حمل کی اقل مُدت چھہ مہینے اور اوسکی اکثر مُدت دو برس ہونا اور رضاعت کی مدت
اڑھائی برس تک رہنا بلا تکلف ثابت ہے۔ ثلثون شهرًا جو مذکور ہے وہی ہر ایک کی
خبر ہے یعنے حمل کی مدت بھی تیس مہینے ہین اور فصال کی مدت بھی تیس مہینے ہین۔
فصال مین تو کچھ دقت نہین۔ رہا حمل اوسکی توضیح یہ ہے کہ ولادت کے لیے کوئی مہینا
معین نہین کوئی لڑکا چھہ مہینے مین اور کوئی سات مہینے مین اور کوئی آٹھ مہینے مین پیدا
ہوتا ہے اور اکثر نو مہینے مین پیدا ہوتے ہین اور کوئی اس سے بھی زیادہ دن مین
پیدا ہوتا ہے ہان اقل مدت چھہ مہینے ہین۔ اسیطرح اکثر مدت بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہے
اللہ تعالےٰ نے حمل کی مدت اقل اور اکثر دونون کے مجموع کو ثلثون شهرًا فرمایا ہے۔
یہ تو ظاہر ہے کہ اقل مدت چھہ مہینے ہین تو اس سے نکل آیا کہ اکثر مدت حمل چوبیس مہینے
ہین جسکے دو برس ہوئے کیونکہ تیس مہینے سے جب چھہ مہینے نکل گئے تو چوبیس مہینے
رہگئے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی اوس حدیث نے بھی اسکی تصریح کردی کہ اکثر مدت حمل
دو برس ہین۔ اور چونکہ رضاعت کے لیے جانبِ اقل کوئی حد نہین ماں باپ جب مناسب
دیکھین بچے کا دودھ چھڑا سکتے ہین لہذا صرف جانب اکثر کی حد ارشاد فرمائی۔ اس آیت کا
حاصل مطلب یہ ہوا کہ لڑکا چھہ مہینے سے لیکر دو برس تک مین پیدا ہو جاتا ہے
اور بعد پیدا ہونے کے اڑھائی برس تک دودھ پی سکتا ہے۔ اب انصافاً دیکھو
کہ جناب امامؑ کا مذہب کس خوبی کے ساتھ اسی آیت سے ثابت ہو گیا اور کوئی تکلف لازم
نہ آیا۔ بخلاف اون اماموں کے جو بعد حولین حرمت رضاعت کے قائل ہین اونکو حمل
کی اکثر مدت کو نظر انداز کر کے صرف اقل مدت کو لینا پڑا جس سے یہ کہنا پڑا کہ جبر کا

بیان نہین بلکہ اوس حمل کا بیان ہے جو قلیل الوقوع ہے۔ حالانکہ فصاحت کے اعتبار سے
حُسنِ عبارت اسیکو مقتضی ہے کہ ہر حمل کا حال بیان ہوا ہے اور اگر یہ نہین تو حمل کثیر الوقوع
جو نو مہینے تک رہتا ہے اوسکا ذکر ہے۔ اور جناب امامؒ کی طرف سے جو اس آیت کا مطلب
ابھی بیان کیا گیا اوس سے صاف ظاہر ہے کہ حمل خواہ کثیر الوقوع ہو یا قلیل الوقوع اس
تحدید سے خارج نہین۔ اور نہ کہین تعارض ہوتا ہے اور نہ اجتماعِ حقیقت و مجاز لازم آتا ہے
اور نہ کچھ تکلف ہے۔ مگر چونکہ قطعی الدلالۃ نہین لہذا ہم کسی امام کی شان مین یہ گستاخانہ کلمہ نہین
کہہ سکتے کہ فلان نے قرآن کے خلاف کیا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اب وہ زمانہ
آیا کہ جو لوگ الف کے نام بے نہین جانتے وہ بھی بیدھڑک کہہ اوٹھتے ہین کہ بہتیرے مجتہدات
امام اعظم علیہ الرحمہ کے خلاف کتاب و سنت ہین۔ نعوذ باللہ من ذلک امام شعرانی نے
میزان کبریٰ مین لکھا ہے۔ فاترک یا اخی التعصب علی الامام ابی حنیفۃ و
اصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وایاک وتقلید الجاھلین باحوالہ وما کان
علیہ من الورع والزھد والاحتیاط فی الدین فتقول ان ادلتہ ضعیفۃ
بالتقلید فتحشر مع الخسرین وتتبع ادلتہ کما تتبعناھا تعرف ان مذھبہ رضی اللہ
عنہ من اصح المذاھب کبقیۃ مذاھب المجتھدین رضی اللہ عنہم وان
شئت ان یظھر لک صحۃ مذھبہ کالشمس فی الظھیرۃ لیس دونھا سحاب
فاسلک طریق اھل اللہ تعالی علی الاخلاص فی العلم والعمل حتی تقف
علی عین الشریعۃ التی قدمنا ذکرھا **قال المؤلف** مذاہب اربعہ خصوصًا مذہب
حنفی مین ہزارہا اولیاے کبار کہ مصداق العلماء ورثۃ الانبیاء ہین گزرے ہین
قال المعترض شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ حنبلی مذہب تھے اور آپکی ولایت
متفق علیہ ہے اور آپ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین انشاء اللہ تعالے۔ تاج مکلل مین شیخ
عبد القادر جیلانی کے ترجمے مین آپکا قول نقل فرمایا ہے کہ آپنے فرمایا کہ لایکون للہ ولی

الا علی اعتقاد احمد بن حنبل - بطریق تنزل آپکے کلام سے اسقدر ضرور ثابت ہی
کہ اور مذہب کے ولی حنبلی المذہب کے ولی کو نہین پا سکتے - **اقول** اس فقرے کا اگر
یہی مطلب ہی کہ بجز حنبلی المذہب کے اور مذہب والے ولی نہین ہو سکتے تو معترض صاحب
جو چارون مذہب سے خارج ہین حسب قول شیخ جیلانی علیہ الرحمہ چاہیے کہ اونکے مذہب مین بھی کوئی ولی نہو
اولجھا ہے پاؤن یار کا زلف دراز مین — لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا
آدمی مُنہ سے وہ بات نکالے کہ اپنی طرف کچھ آنچ نہ آئے اور لوگون مین ہنسا نجائے -
بہر کیف حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا مطلب یہ ہو نہین سکتا کہ جب تک آدمی ہر مسئلے مین امام احمد
کا ہم اعتقاد نہو گا تو ولی نہو گا کیونکہ یہ ظاہر البطلان ہے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی
وغیرہ حنبلی نہ تھے حضرت شیخ اونکی ولایت سے کیونکر انکار کر سکتے ہین - جناب من اسکا مطلب
یہ ہے کہ کوئی ولی ہو نہین سکتا جبتک اوسکو امام احمد حنبل کا اعتقاد نہو گا - اور یہ بہت صحیح
فرمایا ہے جو لوگ ائمہ دین سے بدعقیدے ہین وہ کیا خاک ولی ہونگے - عقل و فہم بھی
عجب نعمت الٰہی ہے - خدا کسیکو نافہم نہ بنائے - اور معترض صاحب نے جو بطریق تنزل
یہ فرمایا ہے کہ اور مذہب کے ولی حنبلی المذہب کے ولی کو نہین پا سکتے بالکل مضحکہ طفلان ہے
کیونکہ جاننے والے خوب جانتے ہین کہ ولایت کے بہت سے درجے ہین جس حنبلی نے
ابھی ولایت کے درجے مین قدم رکھا ہے وہ اوس غیر حنبلی سے کیونکر بڑھ جائیگا جو ولایت
کے کئی درجے طے کر چکا ہے - حق یہ ہے کہ آپ بیچارے کیا جانین کہ ولایت کیا چیز ہے
اور ولی کسکو کہتے ہین - **قال المؤلف** حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک
مکتوب مین تحریر فرماتے ہین - بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت این مذہب
حنفی بنظر کشفی در رنگ دریاے عظیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول نظر
می در آیند الخ - **قال المعترض** کشف حجت شرعیہ سے نہین ہے الخ **اقول** جو کشف
حجت شرعیہ کے خلاف ہو وہ تو بیشک مقبول نہین مگر جو کشف کہ خلاف نہین اوسکے قبول کرنے

مین کیا عذر ہے - دیکھیے آپ ہی کے نواب صاحب ریاض المرتاض صہ مین لکھتے ہین "کشف اولیا و الہام
شان موجب علم ظنی ست الی قولہ پس عمل کردن موافق کشف والہام جائز ست اگر مخالف قرآن
وحدیث واجماع وقیاس صحیح جلی نباشد **ثم قال** صہ ثانیا جناب شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین
مین یون فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را تامل کردم کہ بسوے کدام یک مذہب
ازین مذاہب فقہ میل دارد تا ہمان مذہب را تابع ومتمسک شوم ناگاہ ہمہ مذاہب نزد وے
صلے اللہ علیہ وسلم یکسان ست الخ - **اقول** جناب شاہ ولی اللہ کے کشف کا خلاصہ یہ ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جمیع مذاہب فقہیہ ایکسان ہین - اور یہ کشف حضرت
مجدد علیہ الرحمہ کے کشف کے کچھ خلاف نہین کیونکہ ممکن ہنین کہ ایک چیز دریا کی طرح ہو اور دوسری
چیزین اوسکے آگے حوضون اور نہرون کے مانند ہون اور انسان کا میل ہر جانب یکسان ہو
اور اگر بالفرض یہ کشف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلاف ہے تو حضرت مجدد ہی کے کشف کو
ترجیح ہوگی کیونکہ شاہ ولی اللہ مرحوم اور حضرت مجدد مین وہی فرق ہے جو ذرہ و آفتاب مین
ہوتا ہے - اسکے علاوہ حضرت مجدد کا کشف امام شعرانی شافعی کے کشف کے موافق ہے -
دیکھو وہ میزان کبریٰ صہ مین لکھتے ہین - وقد تقدم ان اللہ لما من علی بالاطلاع علی
عین الشریعۃ رایت المذاھب کلھا متصلۃ بھا ورایت اطول الائمۃ جدولا
الامام ابا حنیفۃ ویلیہ الامام مالک ویلیہ الامام الشافعی ویلیہ الامام
احمد بن حنبل الخ دیکھو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مذہب حنفی کو دریاے عظیم کے
رنگ مین دیکھا اور مذاہب باقیہ کو اوسکے آگے حیاض وانہار کی طرح پایا اور امام شعرانی نے
امام ابو حنیفہ کے مذہب کو نہر بزرگ پایا اور باقی ائمہ کے مذہب کو چھوٹی چھوٹی نہرون کے
مانند دیکھا غرضکہ دونون کا مآل ایکسا ہے - پس اس اعتبار سے بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے
کشف کو ترجیح ہوئی - دیکھیے آپکے نواب صاحب ریاض المرتاض صہ۲۱ مین لکھتے ہین "اگر یک
کشف بر دو کس منکشف شدہ و دیگر کشف بر یک کس منکشف شدہ کشف دو کس اولی بقبول ست

لکن وقت کشف اگر مردے اقوی تر شد کشف قوی بہتر باشد از کشف جماعت وحکم الہام ہمچون کشف ست علوی مرتبہ کشفہاے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمۂ صحو سر زدہ وکاہے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مؤیدست" حضرت معترض صاحب دیکھیے آپکے جناب نواب صاحب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حق مین کیا فرماتے ہین۔ اب بھی چشم حق بین کھولیے اور اپنے خیالات فاسدہ سے باز آئیے۔ **ثم قال** صفحہ ۲۹ ثالثاً اگر کشف اور منام حجت ہو تو منام ابو جعفر محمد بن احمد الترمذی الحنفی ثم الشافعی کا بھی حجت ہوگا۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین انکے ترجمہ مین انکے منام کو یون ذکر کیا ہے وکان یقول تفقھت علی ابی حنیفۃ فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد المدینۃ عام حججت فقلت یا رسول اللہ قد تفقھت بقول ابی حنیفۃ افاخذ بہ قال لا فقلت افاخذ بقول مالک بن انس فقال خذ منہ ما وافق سنتی فقلت افاخذ بقول الشافعی فقال ما ھو بقولہ الا انہ اخذ بسنتی ورد علی من خالفھا قال فخرجت فی اثر ھذہ الرؤیا الی مصر وکتبت کتب الشافعی انتھی بقدر الحاجۃ۔ **اقول** مسلمانو معترض صاحب کی دیانت دیکھو اپنے مطلب کی بات تو لیلی اور جو امر خلاف تھا اوسکو چھوڑ دیا۔ اوسی ابن خلکان نے ابو جعفر محمد بن احمد کے حق مین یہ بھی لکھدیا ہے وکان قد اختلط فی آخر عمرہ اختلاطا عظیما۔ جس سے ثابت ہو کہ وہ بزرگ آخر عمر مین مخبوط الحواس ہوگئے تھے عقل مین بڑا فتور آگیا تھا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص ایسا ہوگیا ہو جبتک یہ ثابت نہو کہ یہ روایت قبل از فتور اونسے مروی ہے اوسکی روایت مقبول نہین۔ اسکے علاوہ اس منام کے اور بھی جواب ہین مین اون سبکو نظر انداز کرکے یہ کہتا ہون کہ اس خواب مین مذہب حنفی کی برائی کا تو کچھ ذکر نہین البتہ اتنا ہے کہ اونہون نے فقہ حنفی کو پڑھا تھا خواب مین آنحضرت صلعم سے اوسپر عمل کرنے کو پوچھا آپنے اجازت ندی۔ اور مذہب شافعی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی کسی مصلحت خاص سے حنفی کا شافعی ہوجانا کچھ منع تو ہے نہین۔ ممکن ہے کہ اونکے لیے

کسی وجہ سے شافعی المذہب ہونا اچھا ہوگا - اسی سبب نے آپنے مذہب شافعی کی تعریف بیان
فرماکر اوسی کے اخذ کی ہدایت فرمائی - بعض شافعیہ کو بھی خواب مین کسی اور مذہب کی طرف
منتقل ہونے کی ہدایت نبوی ہوئی ہے - دیکھو علامہ محمد بن ناصر جو پہلے شافعی المذہب تھے
اونکے ترجمے مین آپکے جناب نواب صاحب تاج مکلل صفحہ ۱۳۳ مین لکھتے ہین - وخالط الحنابلة
ومال الیہم وانتقل الی مذہبہم لمنام رای فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم
قال ص مجدد رضی اللہ عنہ نے دو باتین اور لکھی ہین چونکہ پوری عبارت کے لکھنے مین طوالت
تھی لہذا اوسکا حاصل لکھ کے جواب دیا جاتا ہے - اول یہ کہ اکثر اہل اسلام حنفی المذہب
ہین یہ بھی وجہ ترجیح اس مذہب کی ہے - ثانی یہ کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے مخالفین اونکو اہل رائے
کہتے ہین امر اول ظاہر البطلان ہے **اقول** معترض صاحب کے فہم و فراست کی تعریف کرون
یا آپکی دیانت کی داد دون - مسلمانو حضرت معترض نے چالاکی سے اصل عبارت نہین لکھی ہے
دیکھو حضرت مجدد علیہ الرحمہ جنکے حق مین خدا بخشے نواب صدیق حسن خان تقصار صفحہ ۱۰۸ مین یون
لکھتے ہین " شیخ احمد سہرندی قدوۂ اخیار ست و زبدۂ مقربین ابرار امام ربانی ست و مجدد الف
ثانی ذات وی آیتے بود از آیات الٰہی و نعمتے بود از نعمتہاے ربانی " انتہی ملخصًا - اور جنکے
مکتوبات کی نسبت صفحہ ۱۱۲ مین لکھتے ہین کہ " این مکتوبات اصول عظیمہ ست از براے وصول بمنازل
معرفت و قبول طالب صادق و سالک راغب را در ہیچ وقتے از اوقات از مطالعۂ آن بے نیازی
حاصل نیست " - اور جنکے کشف کی نسبت ریاض المرتاض صفحہ ۱۰۱ مین یون لکھتے ہین کہ " گاہے
مخالف شرع نیفتادہ - وہی بزرگ اپنے مکتوبات جلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم مین یون لکھتے ہین
حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت این شریعت خواہد نمود و
اتباع سنت آنسرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام خواہد کرد نسخ این شریعت مجوز نیست نزدیک
ست کہ علماے ظواہر مجتہدات اورا علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت و غموض
ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند - مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی ست کہ برکت

ورع وتقوی و بدولت متابعت سنت درجۂ علیا در اجتہاد واستنباط یافتہ است کہ دیگران در فہم آن عاجز اند و مجتہدات او را بواسطۂ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند واو را واصحاب او را اصحاب رائے پندارند کل ذلک لعدم الوصول الی حقیقۃ علمہ ودرایتہ وعدم الاطلاع علی فہمہ وفراستہ۔ امام شافعیؒ گر شمۂ از دقت فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفۃ۔ وائے از جرأتہائے

قاصر نظران کہ قصور خود را بدیگرے نسبت نمایند۔ قاصرے گر کند این قافلہ را طعن قصور

حاش للہ کہ برآرم بزبان این گلہ را	ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

و بواسطۂ ہمین مناسبت کہ بحضرت روح اللہ دارد تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہؒ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظمؒ خواہد بود نہ آنکہ تقلید این مذہب خواہد کرد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ شان او علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از ان بلند تر است کہ تقلید علمائے امت فرماید۔ بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ میشود کہ نورانیت این مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول بنظر می در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان۔ واین مذہب با وجود کثرت متابعان در اصول وفروع از سائر مذاہب متمیز است و در استنباط طریق علیحدہ دارد۔ واین معنی منبی از حقیقت است عجب معاملہ است امام ابو حنیفہؒ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت می داند و بر رائے خود مقدم میدارد۔ و ہمچنین قول صحابہ را بواسطۂ شرف صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بر رائے خود مقدم می دارد۔ و دیگران نہ چنین اند مع ذلک مخالفان او را اصحاب رائے میدانند والفاظیکہ منبی از سوء ادب اند باو منتسب میسازند با وجود آنکہ ہمہ بکمال علم و وفور ورع وتقوی او معترف اند۔ حضرت حق

سبحانہ وتعالیٰ ایشان را توفیق دہاد کہ آزار رئیس دین و رئیس اسلام نہ نمایند و سواد اعظم
اسلام را ایذا نکنند۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم۔ جماعہ کہ این اکابر دین را اصحاب
رائے میدانند اگر این اعتقاد دارند کہ ایشان بہ رائے خود حکم میکردند و متابعت کتاب و سنت
نمی نمودند پس سوادِ اعظم از اہلِ اسلام بزعم فاسد ایشان ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگۂ
اہلِ اسلام بیرون بوند۔ این اعتقاد نکند مگر جاہلے کہ از جہلِ خود بیخبرست یا زندیقے کہ مقصودش
ابطالِ شطر دین ست۔ ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکامِ شریعت را منحصر در آن
ساختہ ماورائے معلوم خود را نفی می نمایند و آنچہ نزد ایشان ثابت نشدہ منتفی میسازند ھ

چو آن کرمے کہ در سنگے نہان ست	زمین و آسمانِ او ہمان ست

وائے ہزار وائے از تعصبہائے باردِ ایشان و از نظرہائے فاسد ایشان۔ بانی فقہ ابو حنیفہ رض
ست و سہ حصہ از فقہ او را مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند۔ در فقہ صاحب خانہ
اوست و دیگران ہمہ عیال وے اند۔ باوجود التزام این مذہب مرا با امام شافعی گویا محبت
ذاتی ست۔ و بزرگ میدانم لہذا در بعضے اعمالِ نافلہ تقلید مذہب او می نمایم۔ اما چہ کنم کہ
دیگران را با وجود وفورِ علم و کمالِ تقوی در جنب امام ابی حنیفہ در رنگ طفلان می یابم انتہی

کلام ۹ - معترض صاحب نے اسی عبارت مذکورہ کا خلاصہ لکھا ہے۔ بھلا انصافاً
دیکھیے کہ اسمین یہ کہان ہے کہ اکثر اہلِ اسلام حنفی المذہب ہین اس وجہ سے بھی اس مذہب
کو ترجیح ہے۔ حضرت مجددؒ تو یہ فرماتے ہین کہ کشف صحیح سے روشن ہوتا ہے کہ مذہب
حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح ہے اور اوسکے آگے اور مذاہب حوضون اور نہرون
کے مانند ہین اور ظاہر مین بھی امام اعظم ہی کے اتباع بکثرت نظر آتے ہین جو لوگ امام ابو حنیفہ
اور اونکے اتباع کو طعن سے اہل رائے کہتے ہین اسلام کی بھاری جماعت کو گویا گمراہ خیال
کرتے ہین اور بڑا مبلا کہ کے سوادِ اعظم اسلام کو ایذا پونچاتے ہین۔ معترض صاحب کچھ تو خدا
سے شرمائیے کہ اصل عبارت نہ لکھنا اور مطلب گھڑ کے اعتراض جمانا کونسی دیانت ہے

آپنے جُہلا کی فریب دہی کے لیے چالاکی تو کی مگر آخر اُسکا پردہ کھُل گیا اور اُسکو ندامت
حاصل ہوئی - اب آپ اپنی حرفت کا اقرار کیجیے اور اگر یہ نہین تو نافہمی عبارت کا اظہار فرمائیے
جناب عالی چھوٹا منہ بڑی بات اکابر سے اوُلجھنے کا نتیجہ یہی ہے کہ طفل دبستان تک سنہین
اور علم و فہم کی داد دین **ثم قال** اور کثرت شیوع مذہب حنفی کی یہ ہے کہ اکثر سلاطین حنفی المذہب
گذرے ہین اور بفحواے الناس علٰے دین ملوکھم رعایا بھی حنفی ہوتی تھی پس کثرت
مذہب حنفی کی من وجہ السلاطین ہوئی بخلاف مذاہب ثلاثہ باقیہ کہ اونکی کثرت محض من تائید
رب العالمین ہوئی - **اقول** یہ محض افترا ہے آجتک کسی ذی فہم نے یہ نہین لکھا کہ چونکہ اکثر
سلاطین حنفی المذہب گذرے ہین رعایا بھی حنفی المذہب ہوگئی - ہان حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۱ مین
شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے وکان اشہر اصحابہ ذکرا ابو یوسف فولی قضاء القضاۃ
ایام ھارون الرشید فکان سببا لظہور مذہبہ فی قطار العراق وما وراء النہر
غالباً خوش فہمی سے آپکا ماخذ یہی ہے حالانکہ اسکا مطلب صاف ہے کہ امام ابو یوسف
رحمہ اللہ ذکر مسائل جناب امام مین مشاہیر تلامذہ سے تھے - جب قاضی ہوئے اور مسائل استاد
کو ظاہر کرنے لگے تو لوگ آپ کے مسائل سے خوب واقف ہوگئے اور اقطار عراق و ما وراء النہر
مین آپکا مذہب جاری ہوگیا - اسکو الناس علٰی دین ملوکھم سے کیا علاقہ معترض صاحب
اگر قول کے سچے ہین تو ثابت کر دکھائین کہ قبل شیوع مذہب حنفی اکثر سلاطین حنفی المذہب
گذرے ہین - اللہ رے تعصب کہ حنفیون کی کثرت تو من جہ السلاطین قرار پائے اور مذاہب
ثلاثہ باقیہ من تائید رب العالمین - اچھا صاحب حنفیت مین رعایا کی کثرت تو من وجہ السلاطین
قرار پائی سلاطین کی کثرت آخر کس وجہ سے ہوئی - حضرت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ معرکہ
علم و استعداد ہے نہ جولانگاہِ نیسواران - **ثم قال** ثانی امر بھی باطل ہے اسلیے کہ ائمہ
امت نے جنپر دار مدار صحت حدیث ہے آپکو اہل راے کہا ہے **اقول** اہل الرای کا استعمال
دو طرح ہے ایک تو بمعنی صاحب عقل سلیم جسکی تعریف جا بجا قرآن و حدیث سے نکلتی ہے

دوسرے بمعنی خودرائے جسکی مذمت ثابت ہے۔ اکابر اُمت نے جناب امام کو جو امام اہل الرائے وغیرہ کہا ہے تعریف کے مقام مین کہا ہے یعنے عقلا کے امام۔ اور مخالفین نے جو اہل الرائے کہا ہے وہ طعن سے کہا ہے حضرت مجدد نے ایسے ہی لوگون کی خبرلی ہے سباق وسیاق اسپر دال ہین۔ پس جو حضرات ایسے ہین کہ جناب امام کو خودرائے جانتے ہین وہ بلاشک نہایت ہی برُے ہین۔ جناب مجدد ہی پر کیا موقوف ہے۔ اکثر علما کی تحریر سے ثابت ہے کہ مخالفون نے جناب امام کو طعن سے اہل الرائے کہا ہے دیکھو قطب ربانی امام شعرانی میزان کبریٰ ص۵۵ مین لکھتے ہین ولا عبرۃ لکلام بعض المتعصبین فی حق الامام ولا بقولھم انہ من جملۃ اھل الرای بل کلام من یطعن فی ھذا الامام عند المحققین یشبہ الھذیانات۔ یعنے بعض متعصبین نے جناب امام کے حق مین جو کچھ کلام کیا ہے نہ اوسکا کچھ اعتبار ہے اور نہ اون لوگون کے اس قول کا کچھ اعتبار ہے کہ جناب امام اہل الرائے سے تھے بلکہ جو لوگ اونکے حق مین طعن کرتے ہین محققین کے نزدیک اونکی باتین ہذیانات کے مشابہ ہین۔ معترض صاحب بگوش ہوش سنیے کہ راعنا کے معنی برُے نہ تھے مگر یہود کچھ اور معنی لیکر حقارت سے آپکو راعنا کہتے۔ اللہ تعالےٰ نے آیت لا تقولوا راعنا (یعنی ہمارے چرواہے ۱۲) وقولوا انظرنا۔ نازل فرمائی۔ پس جو لوگ جناب امام سے بدظن ہین اور اونپر طعن کیا کرتے ہین جب وہ طعن سے یہ لفظ استعمال کرینگے تو عندالناس بھی ضرور قابل مواخذہ ٹھیرینگے۔ اور اونکا یہ عذر قابلِ سماعت نہوگا کہ اکابرین نے بھی آپکو امام اہل الرائے کہا ہے ع

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد ✤ **ثم قال** میزان الاعتدال مین ہے النعمان بن ثابت بن زوطی ابوحنیفۃ الکوفی امام اھل الرای ضعفہ النسائی من جھۃ حفظہ وابن عدی واخرون انتھی۔ **اقول** اس عبارت کو معترض استدلال مین پیش کرنا ہرگز صحیح نہین۔ کیونکہ یہ بلاشک الحاقی ہے دیکھو مجدد العصر استاذنا مولانا محمد عبدالحی مرحوم غیث الغمام مین اس عبارت کی نسبت لکھتے ہین ان ھذہ العبارۃ لیست لھا اثر فی

بعض النسخ المعتبرۃ علی ما رایتہا بعینی۔ یعنے بعض معتبر نسخون مین جنکو مین نے دیکھا ہے اس عبارت کا کچھ پتا نہین ہے۔ اور بہت بڑی دلیل اسکے الحاقی ہونے پر یہ ہے کہ علامہ عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث مین لکھا ہے لکنہ ذکر فی کتاب (ای ابن عدی ۱۲) الکامل کل من تکلم فیہ وان کان ثقۃ وتبعہ علی ذلک الذہبی فی المیزان الا انہ لم یذکر احدا من الصحابۃ والائمۃ المتبوعین۔ یعنی لیکن ابن عدی نے اپنی کتاب کامل مین کل متکلم فیہ کو ذکر کیا ہے گو وہ ثقہ ہو۔ اور ذہبی نے اپنی میزان مین ابن عدی کی پوری پیروی کی ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ذہبی نے کسی صحابی کو اور ائمہ متبوعین مین سے کسی امام کو ذکر نہین کیا ہے اور سخاوی نے فتح المغیث مین لکھا ہے لکنہ التزم ان لا یذکر احدا من الصحابۃ ولا الائمۃ المتبوعین۔ یعنے لیکن ذہبی نے التزام کیا ہے کہ میزان مین نہ کسی صحابی کو لکھونگا اور نہ ائمہ متبوعین مین سے کسی امام کو ذکر کرونگا۔ اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی مین لکھا ہے لم یذکر احدا من الصحابۃ والائمۃ المتبوعین۔ یعنے ذہبی نے کسی صحابی اور کسی امام متبوع کا حال نہین لکھا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ تینون محدث جو نقادِ فن تھے جنکی نظر سے خدا جانے کتنی دفعہ میزان الاعتدال گذری ہوگی کس زور شور سے لکھ رہے ہین کہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین کسی امام متبوع کو ذکر ہی نہین کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جن نسخ مین یہ عبارت ہے بلاشک الحاقی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاشیہ کو لوگ غلطی سے اصل کتاب کی عبارت سمجھکر داخل کر لیتے ہین چنانچہ میر قطبی کا حاشیہ جو علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی سے ہے چھاپنے والون نے جا بجا اوسکی عبارت میر قطبی مین داخل کر دی ہے اور عبارت ایسی مربوط ہو گئی ہے کہ پتا نہین چلتا کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے۔ میر قطبی یا حاشیۂ عبد الحکیم کے صحیح نسخون کے دیکھنے سے اس اشتمال کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اسی طرح کسی صاحب نے میزان الاعتدال کے حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہوگی کاتبون نے اصل کتاب کی عبارت سمجھکر داخل میزان کر لی۔ یا قصداً کسی ناعاقبت اندیش نے حسد سے اسکو ملحق کر دیا ہے

المختصر

یہ عبارت الحاقی ہے اسکو معرض استدلال مین پیش کرنا ہرگز صحیح نہین - **ثم قال** ص۲۱ بلکہ بخاری نے کتاب الضعفا مین لکھا ہے کان مرجیا سکتوا عن رایہ وعن حدیثہ - **اقول** بخاری کی کتاب الضعفا ہنوز چھپی نہین اور اسکے نسخے نادر الوجود ہین مین نے بہت تلاش کی ہندوستان کے نامی کتبخانے بھی اس کتاب سے خالی ہین - معترض صاحب نے تو خواب مین بھی نہ دیکھی ہوگی - بعضون نے اس عبارت کو بخاری کی طرف منسوب تو کیا ہے مگر کتاب کا حوالہ نہین دیا خدا جانے معترض صاحب کو کیونکر پتا ملگیا کہ بخاری کی کتاب الضعفا کی عبارت ہے جسطرح آپکے اور حوالے محض جھوٹ ثابت ہوئے عجب نہین کہ یہ بھی اوسی قبیل سے ہو - اور اگر بالفرض یہ حوالہ صحیح ہے تو ہم کیونکر مان لین کہ امام ابو حنیفہؒ کے حق مین لکھا ہے اس عبارت مین تو جناب امام کا کچھ ذکر نہین ممکن ہے کہ کسی اور کے حق مین لکھا ہو - مگر خوش فہمی سے جناب امام کے حق مین سمجھے - بہرکیف کتاب الضعفا کے جس مقام کی یہ عبارت ہے معترض صاحب وہانکی پوری عبارت بلا کم وکاست بحوالہ مقام نقل کرکے دکھائین اوسوقت ہمسے اسکا جواب باصواب لین - سردست اسکا یہی جواب کافی ہے کہ کان کا اسم مذکور نہین - ہم کیونکر تسلیم کرلین کہ امام اعظمؒ کے حق مین لکھا ہے - جب آپ پوری عبارت نقل کرکے پیش کرینگے اوسوقت دیکھا جائیگا - مگر اتنی بات ملازمان اقدس کے گوش گذار رہے کہ جناب امام عالی مقام کیطرف ارجار کا انتساب محض اتہام بیجا ہے دیکھو علامہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول مین جناب امامؒ کی نسبت بعد مناقب کثیرہ لکھتے ہین وقد نسب الیہ وقیل عنہ من الاقاویل المختلفۃ التی نجل قدرہ عنہا ویتنزہ منہا من القول بخلق القرآن والقول بالقدر والقول بالارجاء وغیر ذلک مما نسب الیہ ولا حاجۃ الی ذکرہا ولا الی ذکر قائلہا والظاہر انہ کان منزھا عنہا - یعنی امام ابو حنیفہؒ کی طرف چند اقوال مختلفہ جنسے اونکی کسر شان ہوتی ہے منسوب کیے گئے ہین جیسے وہ خلق قرآن کے قائل تھے - قدری تھے -

نفی ارجا از جناب امامؒ

مرجی تھے اسی طرح اور باتین بھی اونکی طرف منسوب کی گئی ہین جنکے ذکر کی کچھ حاجت نہین
اور نہ اسکی کچھ ضرورت ہے کہ کسنے منسوب کیا ہے اور یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ وہ ان باتون
سے بالکل پاک تھے۔ اور علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان مین لکھا ہے فقد قال ابن
عبدالبر کان ابو حنیفة یحسد وینسب الیه ما لیس فیه ویختلق علیه ما
لا یلیق به۔ یعنی ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ حسد کیے جاتے تھے جو بات اونمین نہ تھی
حسد سے اونکی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔ اور جس امر کے وہ لائق نہ تھے وہ اونپر بہتان
باندھا جاتا تھا۔ **ثم قال** اسی طرح سرخیل اولیا نے غنیة الطالبین مین انکو منجملہ مرجیہ کے گنا ہے
اگرچہ بعض نے اس ارجاء کی تاویل کی ہے۔ **اقول** یہ محض افترا و بہتان ہے۔ غنیة الطالبین
مین ہرگز کہین نہین کہ امام ابو حنیفہ فرقۂ مرجیہ سے تھے لا حول ولا قوة الا باللہ کیا آپ اصحاب
ابی حنیفہ اور ابو حنیفہ کے معنے ایک ہی جانتے ہین۔ جناب عالی غنیہ مین اور ہی لوگونکی نسبت
ارجاء کا حکم مذکور ہے۔ دیکھو غنیہ صفحہ ٢٢ مین ہے۔ واما المرجیة ففرقها اثنی عشر فرقة الجهمیة
والصالحیة والشمریة والیونسیة والیونانیة والنجاریة والغیلانیة والشبیبیة
والحنفیة والمعاذیة والمریسیة والکرامیة۔ یہان جو حنفیہ کو فرقۂ مرجیہ سے گنا ہے
تو خود غنیہ مین اسکی توجیہ یون لکھی ہے۔ واما الحنفیة فهم بعض اصحاب ابی حنیفة
النعمان بن ثابت۔ یعنے حنفیہ کون کہ ابو حنیفہ رحمة اللہ علیہ کے بعض اصحاب۔ بس ظاہر
ہوگیا کہ تاویل تو درکنار اس عبارت مین جناب امام کے بعض ساتھیون کے مرجی ہونے
کا ذکر ہے نہ کہ خود جناب امام کو مرجیہ سے گنا ہے۔ ہان جناب بحث تو یہ تھی کہ اہل الرای کا
لقب جناب امام کے حق مین کیسا ہے آپنے جو بے محل ارجاء کی بحث دہر گھسیٹی مضحکۂ عقلا
کے علاوہ بغض و عداوت نہین ہے تو کیا ہے۔ آپکی چالاکی دیکھیے کہ آپنے ارجاء کا حکم تو
صاف صاف لکھدیا مگر اس خیال سے کہ کوئی یہ اعتراض نکرے کہ آپکے نواب صاحب نے
دلیل الطالب صفحہ ١٦ مین یہان ارجاء کے تو اور کچھ معنے بیان کیے ہین۔ آپنے دبی زبان

افترائے مدعی

یہ بھی کہدیا کہ اگرچہ بعض نے اس ارجار کی تاویل کی ہے جناب من اس تحریر سے آپکی برات نہین ہوسکتی - اگر کوئی شخص کسی صحابی کی برائیان لکھے کہ فلان فلان نے لڑائی مین ایسا کیا اور ویسا کیا اگرچہ بعض نے اسکی تاویل کی ہے - تو کیا اس کہنے سے وہ ماخوذ نہوگا جناب عالی اولًا ملازمانِ اقدس کی تحریف مسلمانی و دیانت کے خلاف ہے ثانیًا ایسی عبارت جس سے ناحق کسرِشان ہوتی ہو اوسکو نقل کرنا عوام کو بہکانا ہے - آپ کو قیامت مین خدا کو منہ دکھانا ہے یا نہین آپ وسوقت اس تحریف و تضلیل کا کیا جواب دینگے - ؎ حشر مین تجھسا جفا کار وخدا سا منصف ❊ دل سا انصاف طلب ور شہادت میری ❊ یہ یاد رہے کہ اگر قیامت تک مخالفین جنابِ امام خاک چھانین گے تو جناب امام پر کچھ حرف نہین آسکتا اور بقول علامہ شعرانی طعن کرنے والون ہی کا قول ہذیانات سے سمجھا جائیگا - **ثم قال** اور علم حدیث مین تو وہ نزدیک جملہ محدثین کے قوی نہین بلکہ ضعیف ہین - **اقول** یک نشد دو شد دیکھو شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب مین لکھا ہے - قال محمد بن سعد سمعت یحیی بن معین یقول کان ابو حنیفۃ ثقۃ لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظہ اور علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان مین سفیان کا یہ قول نقل کیا ہے - کان ثقۃً صدوقًا فی الفقہ والحدیث مامونًا علی دین اللہ - اور علی بن مدینی کا یہ قول نقل کیا ہے ھو ثقۃ لا باس بہ - جناب معترض صاحب آپنے یہ کیا ستم کیا کہ بے دھڑک لکھدیا کہ جملہ محدثین کے نزدیک قوی نہین - دیکھیے یحیی بن معین اور سفیان اور علی بن مدینی جناب امام کے حق مین کیا فرماتے ہین - اب انسے بڑھکے نقاد رجال کون ہوگا - رہی بعضون کی تضعیف وہ جرح مبہم ہے نہ مفسر - تعدیل ثقات کے مقابلے مین جرح مبہم کب قابل اعتبار ہے کما حقق فی اصول الحدیث - **ثم قال** شعرانی کہتے ہین ان عذر ابی حنیفۃ فی کثرۃ القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحۃ الیہ فی زمنہ انتہی - **اقول** یہ بھی افترا ہے شعرانی نے کہین یہ عبارت نہین لکھی - اگر آپ سچے ہین تو لکھیے کہ شعرانی کی

کس کتاب مین کس جگہ یہ عبارت ہے۔ مگر مین خوب جانتا ہون کہ قیامت تک آپ انشاء اللہ تعالے
پتا نہ بتا سکین گے۔ آپسے پہلے آپکے بعض ہم مشرب بھی اس قول کو شعرانی کی طرف منسوب
کر چکے ہین اور عجب نہین کہ آپنے وہین سے اُڑایا ہو مگر افسوس اتنا نہین خیال کیا کہ جب تصحیح
نقل طلب ہوگی تو قلعی کُھل جایگی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ **ثم قال** اہل حدیث
کا عقیدہ کچھ امام کے ساتھ بُرا نہین ہے۔ **اقول** جو لوگ درحقیقت اہل حدیث ہین وہ
جناب امام سے بدعقیدہ کیون ہونے لگے وہ تو جان و دل سے آپکے مداح ہین اور مخالفون
کو پاگل اور اونکی طعن و تشنیع کو ہذیانات تصور کرتے ہین مگر ایرے غیرے نتھو خیرے جو دو حرف
پڑھکر اہل حدیث بن بیٹھے ہین اونکے خیالات جناب امام عالی مقام کے حق مین جو کچھ ہین وہ
ظاہر ہین۔ عیان را چہ بیان۔ جناب عالی امام صاحب کو مرجی تک کہتے چلے جایئے پھر بھی
برارت ظاہر کیجیے اے سبحان اللہ ماشاء اللہ۔ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند **قال
المؤلف** ہمارےلہ حضرت فرماتے تھے کہ جو قرب امام اعظم کو اللہ تعالےٰ سے نظر آتا ہے
کسی امام کو نہین اور امام بخاری و مسلم اونکے رُتبے کو نہین پاتے۔ **قال المعترض** کاش
اگر کتاب صحیح بخاری کو من اولہ الی آخرہ بتعمق کی نظر سے دیکھ لیے ہوتے تو البتہ بخاری کے
علم اور فضل اور سرعت فہم اور جودت طبع اور دقت نظر کا اندازہ لگ جاتا اور یہ نفرماتے کہ بخاری
اور مسلم اونکے رتبے کو نہین پاتے۔ **اقول** اگر ہم تسلیم بھی کر لین کہ امام بخاری کا علم جناب امام
اعظم کے علم سے بڑھا ہوا تھا تو جاے غور ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ نے امام اعظم کے قرب الٰہی
کی نسبت ارشاد فرمایا ہے نہ علم کی نسبت اور قرب الٰہی زیادت علم پر کچھ موقوف نہین بعض
کم علم ایسے مقرب بارگاہ الٰہی ہو جاتے ہین کہ بڑے بڑے ذی علم اونکی گرد کو نہین پہونچتے
پس آپکی یہ تقریر آپکے علم و استعداد و فہم خداداد پر دال ہے **ثم قال** زیادت علم بخاری
و مسلم علم امام ابو حنیفہؒ پر ایک ایسی چیز ہے جسکا کوئی شخص انکار نہین کر سکتا۔ **اقول** یہ آپکا
اور آپ کے ہمصفیرون کا خیالِ خام ہے جو لوگ زمانۂ نبوی سے جسقدر زیادہ قریب اور علم کے

لہ یعنی مجدد العصر غوث اعظم قطب الاقطاب حضرت مولانا مولوی فضل رحمٰن مدظلہ ۱۲

طالب تھے اونکو اوتناہی زیادہ علم تھا۔ آنحضرت صلعم کے زمانے کے نیچے نیچے سیکڑون حدثین جانتے تھے اسیطرح تابعی اور تبع تابعی علی قدر مراتب اونکو علم تھا۔ جناب امامؒ سنہ ۸۰ء مین پیدا ہوئے تھے اوسوقت بیشمار تابعی اور بعض صحابہ زندہ تھے۔ آپنے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو جلیل القدر صحابی تھے دیکھا تھا چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھاہے رأی انس بن مالکؓ غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ۔ یعنے امام ابوحنیفہ نے کئی دفعہ انس بن مالک کو دیکھا تھا کیونکہ وہ کوفے مین جہان ابوحنیفہؒ وغیرہ کا مکان تھا گئے تھے۔ جب جناب امام ایسے متبرک زمانے مین تھے تو اونکے احادیث جاننے کا کیا ذکر۔ البتہ جناب امامؒ تحدیث مین بہت احتیاط رکھتے تھے قرآن وحدیث سے مسئلے استنباط کر کے لوگون کو بتادیا کرتے تھے۔ بخاری وغیرہ کی طرح کوئی حدیث کی کتاب خود نہین لکھی۔ اس سبب سے مخالفین امامؒ کو بہت کچھ موقع ملگیا۔ کوئی کہتا ہے کہ امام صاحب حدیث ہی نہین جانتے تھے کوئی لکھتا ہے کل سترہ حدیثین جانتے تھے۔ جسکے جی مین جو آتا ہے کہدیتا ہے۔ امام بخاری اور مسلم کے علم وفضل کو کون مسلمان ہے جو نمانیگا۔ مگر گفتگو تو اسمین ہے کہ وہ جناب امام سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اگر آپ سچے ہین تو محدثین کبار وعلماے نامدار کا قول دکھایئے کہ بخاریؒ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ سے علماً بڑھے ہوئے تھے۔ جناب عالی چشم حق مین کھولیے اور ملاحظہ فرمایئے کہ صحیح مسلم صفحہ ۳۱۲ مین ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لو کان الدین عند ثریا لذھب بہ رجلؐ من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ یعنے اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابنار فارس مین سے ایک مرد پالیگا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص اس حدیث کا مصداق ہوگا اوسکے علم وفضل کا کیا کہنا۔ دیکھیے امام ابوحنیفہ اصحاب صحاح ستہ یعنے بخاری مسلم ابوداود ترمذی نسائی ابن ماجہ یہ سب کے سب ابنار عجم سے تھے مگر علمانے اسکا مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی کو ٹھیرایا ہے۔ دیکھو علامہ سیوطی شافعی جنکا فن حدیث مین ڈنکا بجتا ہے اس حدیث کی نسبت کہتے ہین ھذا اصل صحیح یعتمد علیہ

فی البشارة بابی حنیفة وفی الفضیلة التامة له - یعنے امام ابوحنیفہ اور اونکی فضیلت
تامہ کی بشارت کے باب مین یہ حدیث صحیح معتمد علیہ ہے - علامہ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان
مین علامہ سیوطی کے بعض تلامذہ کا یہ قول نقل کیا ہے وما جزم به شیخنا ان الامام اباحنیفة
هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شك فیه لانه لم یبلغ احد من ابناء فارس
فی العلم مبلغه - یعنی ہمارے استاد نے جو یہ جزم کیا ہے کہ اسکے مصداق امام ابوحنیفہ
ہین بلا شک صحیح ہے کیونکہ ابناے عجم مین کوئی شخص اونکے مبلغ علم کو نہین پونہچا معترض صاحب
دیکھیے کہ یہ بزرگ باواز بلند کہہ رہے ہین کہ ابناء فارس مین سے کوئی بھی امام ابوحنیفہ کے علم کو
نہین پونہچا - پس آپکا یہ فرمانا کہ "زیادت علم بخاری و مسلم علم امام ابوحنیفہ پر ایک ایسی چیز ہے جسکا کوئی
شخص انکار نہین کر سکتا" ہباء منثور کی طرح اوڑ گیا - اسیواسطے مین کہتا ہون کہ یہ معرکہ علم و استعداد سے
نہ جولانگاہ فی سواران - **ثم قال**[1] رہا قرب امام اعظم کا اللہ تعالے سے سو اللہ ہی جانے
ایسے محل مین کسی بزرگ کا کشف و الہام حجت نہین ہو سکتا ہے جب تک کہ خدا و رسول حق
مین کسی بندہ مقبول کے ایسی خبر نہ دین - **اقول** اسکا علم یقینی تو بیشک سوا اللہ کے کسیکو
نہین مگر بطور ظن کے کشف سے آپکا مرتبہ ایسا ہی ثابت ہے - ولی را ولی می شناسد مثل مشہور
ہے - اگر آپ خفا نہون تو مین آپسے یہ پوچھون کہ حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے
حق مین جو آپنے صفحہ ۱۰ مین یہ تحریر فرمایا ہے کہ آپ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین - ذرا ارشاد ہو کہ
خدا و رسول نے تو کہین اونکے حق مین کہا نہین کہ وہ ہزار ولی کے برابر ہین یا وہ ولی ہین - اور
کسی کی ولایت تو بچشم ظاہر نظر نہین آتی پھر آپکو کیونکر علم ہو گیا کہ وہ ولی بلکہ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین
فما هو جوابکم فهو جوابنا - **قال المؤلف** ہمارے حضرت[2] فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ
حضرت شاہ آفاق رضی کے بھوپال مین نوکر تھے اوس زمانے مین کہ وہان کے نواب کو جنگ درپیش
تھی - اثناے جنگ مین ایک سکھ نے اونکو بھالا مارا اونھون نے اوسیوقت حضرت شاہ آفاق رضی
کو یاد کیا آپنے اپنی پشت مبارک پر جھیل لیا اور وہ مریچ گیا حضرت کی پشت مبارک سے خون

---

[1] یعنی حضرت مجدد العصر سیدنا و مولانا فضل رحمٰن مدظلہ ۱۲

ف — کرامت حضرت شاہ آفاق قدس سرہ

روان ہوا وہان آپکے ایک مرید جو بہت شوخ تھے حاضر تھے باصرار استفسار کرنے لگے آخر
آپنے بیان فرمادیا اور بسم اللہ کرکے اپنی پشتِ مبارک پر ہاتھ پھیرا خون بند ہوگیا گویا زخم ہی
نہ تھا۔ **قال المعترض** یہ کرامت کئی وجہون سے صحیح نہین ہوسکتی۔ **اقول** آپنے عدم صحت
پر جتنے وجوہ قائم کیے ہین سب مضحکہ طفلانہ ہین کما سیجیئ۔ **ثم قال** اولاً اسلیے کہ بیانِ
عنوان سے یہ ظاہر ہے کہ ضرب بھالے کا اوس مرید پر واقع ہوگیا تھا بعد اسکے اوس مرید نے
حضرت شاہ آفاق کو یاد کیا ہے اور حضرت شاہ آفاق نے اوسکو بچالیا۔ پس یہ بیان اول
بیان کے مخالف ہے۔ غرض ان دونون بیانون مین ایک جھوٹ ضرور ہے **اقول** مین
حیران ہون کہ آپکے علم و استعداد کی تعریف کرون یا فہم خداداد کی داد دون۔ جناب من اگر
عنوانِ بیان کا مطلب یہی ہے کہ سکھ نے بھالا مارا اور زخم کارگر ہوگیا تو بیان مطلب یہ ہے
کہ حضرت شاہ آفاق قدس سرہٗ نے اوس زخم کو کرامت کے زور سے اپنی پیٹھ پر لے لیا اور
وہ مرید جان سے بچگیا۔ فرمائیے اب مطلب دلنشین ہوا یا نہین۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ
یہ مطلب طفلِ دبستان تک سمجھ سکتے ہین مگر آپ نہ سمجھے۔ **ثم قال** ثانیاً شدائد کے وقت
غیر خدا کو یاد کرنا شرک ہے الخ **اقول** شدائد کے وقت کسیکو دلمین یاد کرنا ہرگز کسی آیت
یا حدیث سے اوسکا شرک ہونا ثابت نہین۔ اگر کوئی غربت مین ہو اور مصیبت مین گرفتار ہو
اوس وقت اگر اپنے مان باپ بھائی عزیز آشنا کو یاد کرے تو کیا یہ شرک ہے۔ آپ یون کیون
نہین سمجھتے کہ اوس مرید نے اپنے شیخ کا تصور کیا اور حضرت شیخ کو من جانب اللہ اس واقعہ کا
کشف ہوگیا اور بحکمِ الٰہی بچالیا ع ایکہ میگویم بقدر فہم تست ✣ **ثم قال** پس اوس مرید
کا یاد کرنا حضرت شاہ آفاق کو شرک ہوا اور اعانت علی المعصیت بنصِ آیت منہی عنہ ہے پس
بمقتضائے ظن المؤمن خیراً ہم اس اعانت کی نسبت حضرت شاہ آفاق کی طرف نہین
کرسکتے۔ **اقول** شرک کا نہونا تو مین پہلے ہی ثابت کرچکا۔ اب مین بطریق تنزل کہتا ہون
کہ مین نے مانا کہ اوس مرید نے اوسی قسم کی استعانت بغیر اللہ کی جو بلاشک شرک ہی مگر حضرت

شاہ آفاق رضی اللہ عنہ نے جو زخم کو اپنی پشت مبارک پر لے لیا تو اس سے اعانت علے الشرک کیونکر ہوئی۔ شرک کا وجود تو قبل ہو چکا تھا۔ پھر اعانۃ علی الشرک چہ معنی دارد۔ حضرت کچھ تو معقولات بھی پڑھ لیجیے کہ ذہن مین جو دت آجائے کہ پھر ایسی بات منہ سے نہ نکلے ہوں مگر مشکل تو یہ ہے کہ معقولات کے لیے بھی ذہانت شرط ہے۔ جناب عالی مین برابر کہتا چلا آتا کہ یہ معرکۂ علم واستعداد ہے نہ جولانگاہ دنی سواران **ثم قال** ثالثاً ولیون مین اس قسم کے تصرفات کی دلیل کتاب وسنت سے درکار ہے۔ الخ۔ **اقول** معترض صاحب کرامت اولیا کے آپ منکر نہین۔ اور کرامت اوس خلاف عادت امر کے ظہور کو کہتے ہین جو اولیاء اللہ سے صادر ہون۔ تو پھر آپکو ان کرامتون سے کیون انکار ہے۔ اس قسم کے تصرفات سے کس قسم کے تصرفات مراد ہین جنکی دلیل آپ طلب کرتے ہین۔ جتنی کرامتین جناب مولف نے اپنے رسائل مین لکھی ہین سب ممکن الوقوع ہین اور اس قسم کی ہزارون کرامتین اولیاء اللہ وبزرگان دین سے منقول ہین۔ بیہقی نے روایت کی ہے۔ عن ابن عمر ان عمر ابن الخطاب بعث جیشا وامر علیہم رجلا یدعی ساریۃ قال فبینا عمر یخطب قال فجعل یصیح و ہو علی المنبر یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل قال فقدم رسول الجیش فسألہ فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فہزمونا وان الصائح لیصیح یا ساریۃ الجبل فاسندنا ظہورنا بالجبل فہزمہم اللہ فقیل لعمر انک کنت تصیح بذلک۔ یعنے ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جہاد کے لیے لشکر بیجا اور ایک شخص کو جسکا نام ساریہ تھا امیر لشکر بنایا۔ ایک روز حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ منبر پر سے پکارے یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل۔ اسکے بعد اوس لشکر سے ایک قاصد آیا حضرت عمرؓ نے حال پوچھا اوسنے بیان کیا کہ دشمنون سے مقابلہ ہوا اور ہم لوگون کو شکست ہوئی اتنے مین کوئی پکارنے لگا کہ یا ساریۃ الجبل۔ پس پہاڑ کی طرف ہم لوگ ہٹ آئے اور اوسکی طرف اپنی پیٹھ کرلی اللہ تعالے نے اون لوگونکو شکست دیدی

پس حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ ہی تو یا ساریۃ الجبل پکارتے تھے - اور آپکے نواب صاحب
تقصار صفحہ ۱۸ امین شیخ عبد اللہ ابدال کی نسبت لکھتے ہین" روزے بیمار بود الحجانہ اورا دست در
بغل کردہ بر دہلیز خانہ نشاندند و درون خانہ باز آمدند ہمان لمحہ دیدند کہ او غائب شد واثرے
از وے پیدا نگشت - شیخ رزق اللہ گفتہ در گجرات رفتم از مردم ذکر او و ذکر دو سرہائے او
بسیار شنیدم گفتم وے اینجا کجا آمد گفتند اکثر احوال اینجا می بود او بدہلی کجا رفت" - اور عین القضاۃ
ہمدانی کی نسبت اوسی تقصار صفحہ مین لکھتے ہین" آنقدر کشف حقائق و شرح دقائق کہ وے کردہ
کم کسے کردہ است و از وے خوارق عادات چون احیاء و اماتت بظہور آمدہ" - المختصر
اس قسم کی ہزارون کرامتین کتابون مین درج ہین - جناب مؤلف نے جو جو کرامتین نقل کی
ہین جب اونمین سے کوئی خلاف قرآن و حدیث نہین تو تکذیب کی کیا وجہ **ثم قال** صفحہ
ناظرین آجکل کے ولیون کا اندازہ ہمین سے کرلیوین کہ اگلے ولیون سے باوجودیکہ صدق
مقال و اکل حلال کی پوری پابندی اونکو حاصل تھی اسقدر کرامتین اونسے منقول نہوئین
اور آجکل کے ولیون کا یہ حال ہے کہ نہ صدق مقال کی پابندی ہے اور نہ اکل حلال کی
بلکہ علانیہ سود کھائین اور گالی بکین اور پاس اہل دنیا کے دوڑ دوڑ کے جائین اور علم سے
بے بہرہ محض ہون مسائل ضروری عبادات و معاملات پر بھی اطلاع حاصل نہو اور ساتھ
اسکے دعوی ولایت کا کرین سچ ہے باوجود ارتکاب معاصی و فسق و فجور ولی ہونا یہ بھی ایک
کرامت ہے. ہمارے اس بیان سے اکثر کرامتون کا جواب ہوگیا - وللہ الحمد **اقول**
آپنے یہ جو درگھسیٹا ہے کہ "اگلے ولیون سے اسقدر کرامتین منقول نہین ہوئی ہین" محض
غلط اور سراپا ابلہ فریبی ہے. دیکھیے آپہی کے نواب صاحب حضرت مجدد الف ثانی کی
نسبت تقصار صفحہ ۱ امین لکھتے ہین "اطلاع بر خواطر و کشف ضمائر ادنی صفتے بود از صفات وے
شمار خوارق و کرامات وے کہ در کتب منقول شدہ ہفت صد میرسد" - اور معترض صاحب
سراپا تہذیب نے جو آجکل کے ولیون کی طرف اکل ربوا وغیرہ کو منسوب کیا ہے خدا جانے

آپکو کس ولی کی صحبت ہوئی جو بیدھڑک ایسا کلمہ لکھدیا- آپ کیا جانین ہنوز لاکھون خدا کے بندے ایسے ہین جو منہیات شرعیہ سے حتی الوسع اجتناب کلی رکھتے ہین خصوصًا وہ حضرات جنکی کراماتین جناب مؤلف نے نقل کی ہین وہ لوگ تو نہایت ہی متبرک تھے- اور سب کو جانے دیجیے حضرت پیرومرشد مدظلہ تو بفضلہ تعالے ابتک موجود ہین اونکے حالات سے تو ایک عالم واقف ہے- مجھے تو یقین ہے کہ آپکی شان مین یہ غیر مہذب فقرہ وافترا آمیز جملہ معترض صاحب کے ہم مشرب حضرات بھی پسند نکرینگے- ؎ از خدا خواہیم توفیق ادب ❊ بے ادب محروم ماند از فضل رب ❊ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرت سے مسئلہ سماع کا پوچھا- آپنے فرمایا کہ اگر کوئی راستے سے گاتا ہوا نکل جاتا ہے مین بیتاب ہوجاتا ہون- **قال المعترض** سوال وجواب مین مطابقت نہین ہے- سوال از آسمان وجواب از ریسمان اسی کا نام ہے- **اقول** حضرت مولانا مدظلہ نے الکنایۃ ابلغ من التصریح پر عمل کرکے کنایۃً جواب دیا ہے مگر معترض صاحب لطف کنایات کیا جانین- قرآن پاک مین ہے یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ- اس آیہ مین سوال تو اس سے ہے کہ کون سی چیز نفقہ دیجائے اور جواب مین مصرف نفقہ کا بیان ہے- عجب نہین کہ معترض صاحب کا کوئی ہم مادہ معاذ اللہ بول اوٹھے کہ سوال از آسمان وجواب از ریسمان اسیکا نام ہے- **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرتؒ سے پوچھا کہ وقت کسی مشکل یا حاجت کے یارسول اللہ کہنا کیسا ہے آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین ایک نابینا آیا اور آنکھین چاہین آپنے جو دعا بتلائی اوسمین ہے یا محمد انی اتوجہ الیک الخ- اون صاحب نے عرض کیا کہ یہ بیان حضوری کا ہے آپنے فرمایا عثمان بن حنیف صحابی نے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک شخص کو یہ دعا بتلائی تھی **قال المعترض** وقت مشکل کے یارسول اللہ صلعم کہنے سے کیا مطلب ہے الخ **اقول**

حضرت مولانا مدظلہ نے جو جواب دیا ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ عندالحاجۃ توسلاً و استغاثۃً
یارسول اللہ کہنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اونمین سے ضریر البصر والی حدیث ہے
جسکی تشریح یہ ہے کہ ابن ماجہ ص۱۰۰ مین ہے ۔ عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر
اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ لی ان یعافینی فقال ان شئت
اخرت لك وھو خیر وان شئت دعوت فقال ادعہ فامرہ ان یتوضأ فیحسن
وضوءہ ویصلی رکعتین ویدعو بھذا الدعاء ۔ اللھم انی اسئلك واتوجہ
الیك بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ
لتقضی اللھم فشفعہ فِیَّ ۔ یعنے عثمانؓ بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک مرد اندھا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے کہ میری آنکھین
اچھی ہوجائین آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تمکو دعا ہی
کرانا منظور ہے تو مجھے کچھ اغماض نہین اوس اندہے نے کہا کہ آپ دعا کیجیے تب آپنے
حکم کیا کہ اچھی طرح وضو کرکے اور دو رکعت نماز ادا کرکے یہ دعا پڑھو اللھم انی اسئلك
الخ ۔ یعنے اے اللہ مین تجھسے سوال کرتا ہون اور بتوسل محمد نبی الرحمۃ کے تیری طرف متوجہ
ہوتا ہون یا محمد آپکے سبب سے مین اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہون تاکہ میری حاجت
پوری کردیجائے ۔ یا اللہ میری اس حاجت کے باب مین آپکو مقبول الشفاعت بنا ۔ انتھیٰ
یہ حدیث صحیح ہے ۔ اور لوگون کی تصحیح کو جانے دیجیے خود ابن ماجہ مین ہے ۔ قال
ابواسحٰق ھذا الحدیث صحیح ۔ یہ حدیث ترمذی وغیرہ مین بھی باختلاف بعض الفاظ
مروی ہے ۔ اس حدیث مین صاف مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے اوس اندہے کو جو دعا
تعلیم فرمائی تھی اوسمین یا محمد انی اتوجہ بك بھی تھا جس سے ثابت ہے کہ عندالحاجۃ
یا محمد وامثال ذلک کہنا اور آپکو متوجہ کرنا درست ہے ۔ کیونکہ اگر توجہ منظور نہوتی تو یہ دعا
بصیغۂ ندا و خطاب کیون تعلیم ہوتی ۔ اسپر سائل نے حضرت مولانا مدظلہ سے یہ شبہہ ظاہر کیا

کہ آنحضرت صلعم نے جو ضریر البصر کو یہ دعا تعلیم کی تھی تو آپ اوسوقت موجود تھے آپکے سامنے اگر یا محمد کہا تو کیا مضائقہ تب حضرت مولانا مدظلہ نے اس شبہے کو رفع فرمایا جسکی تشریح یہ ہے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے اوس ضریر البصر کو غائبانہ یہ دعا پڑھنے کی تعلیم کی تھی۔ آپکے وصال کے بعد عثمانؓ بن حنیف صحابی نے جو اس حدیث کے راوی ہین یہی دعا ایک شخص کو بتائی تھی جس سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کا حضور کچھ ضرور نہ تھا طبرانی نے معجم کبیر مین روایت کی ہے۔ انہ کان رجل لہ حاجۃ عند عثمانؓ عفان وکان یختلف الیہ وعثمان لا یلتفت الیہ فلقی عثمان بن حنیف فشکی الیہ ذلک فقال توضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک لیقضی حاجتی اللھم فشفعہ فیّ ففعل ذلک الرجل کذلک ثم اتی باب عثمانؓ بن عفان فجاء البوابؓ اخذ بیدہ وادخلہ علی عثمانؓ بن عفان واجلسہ عثمان علی بساطہ وسأل منہ الحاجۃ وقضیٰ لہ الحاجۃ وقالت ما کان لہ حاجۃ فاذکرھا فمرّ ذلک الرجل وخرج من عندہ ولقی عثمانؓ بن حنیف وقال جزاک اللہ خیرا لعلک قلت لعثمانؓ عفان فی حاجتی فقال واللہ ما کلمتہ الا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذ جاءہ رجل ضریرؓ واستمد بہ لبصارۃ بصرہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مثل ما قلت لک فعلمت منہ ان التوسل بہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم موجب قضاء الحاجات۔ یعنے ایک مرد حضرت عثمانؓ بن عفان کے پاس اکثر کسی حاجت کے لیے جایا کرتا تھا اور حضرت عثمانؓ بن عفان ملتفت نہوتے تھے اوسنے عثمانؓ بن حنیف سے اسکی شکایت کی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وضو کر کے مسجد مین دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا پڑھو۔ اللھم الخ اوس مرد نے ایسا ہی کیا پھر حضرت عثمانؓ بن عفان کے دروازے پر آیا دربان نے ہاتھ تھا مکر حضرت عثمانؓ

کے پاس پونہچا دیا۔ آپنے اوسکو اپنے بچھونے پر بٹھایا اور اوسکی حاجت پوری کردی اور
یہ فرمایا کہ جب تمکو کوئی کام ہو یاد دلانا وہ مرد خوش ہوا اور وہان سے رخصت ہوکر عثمانؓ
بن حنیف کے پاس آیا اور کہا جزاک اللہ خیرا شاید تمنے میرے بارے مین عثمانؓ بن عفان سے
سفارش کردی ہے کہ وہ اسطرحسے پیش آئے۔ عثمانؓ بن حنیف نے کہا کہ واللہ مین نے
اونسے کچھ نہین کہا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ مین نے دیکھا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس ایک اندہا آیا اور بصارت کے لیے استمداد چاہی جو کلمات مین نے تمکو سکہائے ہین وہی
آپنے اوس اندہے کو بتائے۔ مین نے اس سے جانا کہ آپکا توسل موجب قضائے حاجات ہے
انتہی۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ دعا اور لوگ بھی پڑہ سکتے ہین اسی وجہ سے حصن حصین مین ہے
من کانت لہ ضرورۃ فلیوضأ فیحسن وضوءہ ویصلی رکعتین ثم یدعو اللھم انی
اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی
فی حاجتی ھٰذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فیّ۔ یعنے جسکو کچھ حاجت ہو اوسکو چاہیے کہ
اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر یون دعا مانگے۔ اللھم انی اسئلک الخ
پس ان احادیث سے ثابت ہے کہ حاجت کے وقت توسلاً و استعانۃً یا رسول اللہ کہنا
درست ہے۔ توسلاً جائز ہونے کو تو معترض صاحب بھی تسلیم کرچکے ہین کما سیأتی۔ رہی
استعانت وہ بھی انہین احادیث سے ثابت ہے کیونکہ یا محمد انی اتوجہ بک کہنے سے
آخر فائدہ کیا ہے۔ یہی کہ آپ متوجہ ہون اور شفاعت کرین چنانچہ جملہٗ فشفعہ فیّ اسپر صاف
دال ہے۔ ملا علی قاری حرز الثمین شرح حصن حصین مین لکھتے ہین یا محمد التفات الیہ و
تضرع لدیہ لیتوجہ روحہ الی اللہ۔ اب غور فرمایئے کہ یہ استعانت نہین ہے تو کیا ہے
غرضکہ ان احادیث سے توسلاً و استعانۃً یا رسول اللہ کہنا بلاشک جائز نکلتا ہے۔ ان
احادیث کے علاوہ آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ شدائد کے وقت یا رسول اللہ کہنا درست ہے
شفاء قاضی عیاض مین ہے ان عبد اللہ بن عمرؓ خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب

الناس الیک ینزل عنک فصاح یا محمداہ - یعنے عبد اللہ بن عمرؓ کے پاؤن
سو گئے تھے اونسے کہا گیا کہ جو شخص سب سے زیادہ پیارا ہو اوسکا نام لو پاؤن اچھا ہوجاگا
وہ بول اوٹھے یا محمداہ - ملا علی قاری شرح شفاء عیاض مین لکھتے ہین فنادی باعلی صوتہ
وکانہ رضی اللہ عنہ قصد بہ اظہار المحبۃ فی ضمن الاستغاثۃ - یعنے ابن عمر رضی
اللہ عنہ نے زور سے یا محمداہ کہا اور ضمن استغاثہ مین اظہار محبت بھی مقصود تھا عمدۃ المتقصنین
مین شیخ الاسلام علامہ برہان الدین نے لکھا ہے قال مجاھد خدرت رجل رجل
عند ابن عباسؓ فقال لہ ابن عباسؓ اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد فکانما
انشط من عقال وقال مجاھد فذھب خدرہ - یعنے مجاہد سے مروی ہے کہ
ایک مرد کا پاؤن سو گیا ابن عباس نے کہا کہ جو شخص سب سے زیادہ محبوب ہو اوسکا نام
لو اوسنے یا محمد کہا پاؤن اچھا ہو گیا - اس اثر کو ابن سنی نے عمل الیوم واللیلہ مین اور ابن اثیر
نے ملخص تاریخ ابن جریر مین نقل کیا ہے - اب یہان دو شبہے اور وارد ہوتے ہین - ایک
یہ کہ ندا و خطاب حاضر کے لیے ہوا کرتا ہے نہ غائب کے واسطے - اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے - دوسرے استعانت بغیر اللہ جائز نہین پہلے
کا جواب یہ ہے کہ منادیٰ و مخاطب دو قسم کے ہوتے ہین - ایک یہ کہ خارج مین موجود ہون
دوسرے خارج مین تو موجود نہون مگر ذہن مین اونکی صورت حاضر ہو اور ہر ایک کی دو
حالتین ہین - ایک یہ کہ متکلم نے گو ندا و خطاب کیا ہے مگر درحقیقت منادیٰ و مخاطب کو
اعلام کلام مقصود نہین - دوسرے یہ کہ مقصود ہو - یہ چارون صورتین شرع سے ثابت
ہین - ان چارون مین ایک قسم تو ظاہر ہے - رہی قسم ثانی کہ منادیٰ یا مخاطب خارج مین
موجود ہو اور اطلاع کلام مقصود نہو - اوسکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
صاحبزادے حضرت ابراہیم جب دم توڑ رہے تھے اوسوقت آپنے فرمایا تھا انا بفراقک
یا ابراھیم لمحزونون یعنے اے ابراہیم ہم تمہارے فراق سے نہایت محزون ہین -

حضرت ابراہیمؑ اوسوقت شیر خوار تھے۔ وہ کلام نبوی کب سمجھ سکتے تھے۔ آپکا یہ کلام بنظر اسماع
ابراہیم نہ تھا بلکہ صرف رفع غم والم کے لیے تھا۔ رہی قسم ثالث کہ منادی یا مخاطب ذہن مین
حاضر ہوا ور اوس سے کلام کرین مگر اوسکو اس کلام سے آگاہ کرنا مقصود نہوا دسکی دلیل یہ ہر
کہ صحیح مسلم وغیرہ مین ہے کہ آپ جس گانون پر چڑہائی کرتے تھے تو صبح کا انتظار کر لیتے تھے
اگر اذان کی آواز آتی تو سمجھتے کہ یہان مسلمان ہین اوسکو چھوڑ دیتے ورنہ لوٹ لیتے ایک
دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپنے کسی مقام پر چڑہائی کی تھی صبح کی اذان کی طرف کان لگائے تھے
یکایک سُنا کہ کوئی اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے آپنے فرمایا علی الفطرۃ پھر اوسنے کہا اشہد
ان لا الہ الا اللہ آپنے فرمایا خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ یعنے اے متکلم تو دوزخ سے خلاص
ہوا۔ لوگ دیکھنے لگے کہ کون یہ کلمات کہتا ہے جسکے حق مین آپنے یہ ارشاد فرمایا۔ دیکھا
تو ایک گلہ بان کو پایا۔ آپنے جو خطاب کرکے خرجت من النار فرمایا تو ظاہر ہے کہ مخاطب
کو سُنانا مقصود نہ تھا کیونکہ وہ وہان نہ تھا بلکہ اوسکی آواز سنکر آپنے اوسکی صورت ذہنیہ کے
ساتھ یہ خطاب فرمایا تھا۔ اس قسم کے خطاب اشعار مین بہت پائے جاتے ہین کہ عاشق
اپنے معشوق کو حاضر تصور کرکے اوس سے باتین کرتا ہے اور کلمات ندائیہ وخطابیہ استعمال
کرتا ہے۔ رہی قسم رابع کہ منادی یا مخاطب کی صورت ذہن مین حاضر کرکے اوس سے باتین
کرین اور یہ بھی مقصود ہو کہ اس کلام سے شخص متصور آگاہ ہوجائے۔ التحیات مین جو
السلام علیک ایہا النبی ہے اوسکی نسبت امام غزالیؒ احیاء العلوم مین بیان تشہد
مین لکھتے ہین واحضر فی قلبک النبی صلعم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الخ یعنے اے مصلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور
کرا ور کہہ السلام علیک الخ۔ اور یہ بھی سن رکھیے کہ تشہد مین خطاب تخیلی کرنا اونہین کے
لیے ہے جو مرتبۂ عرفان کو نہین پونہچے ورنہ جو لوگ اس مرتبے کو ہونچ چکے ہین اور بفحوای حدیث
الصلوٰۃ معراج المومنین اونکو نماز مین ایک خاص قرب الٰہی اور آنحضرت کا حضور ہوجاتا ہے

وہ عالم تصور مین کیون خطاب کرنے لگے وہ تو اپنے مخاطب و منادی کو حاضر ہی پاتے ہین - علامہ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے - قال الطیبی ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اُذن لهم بالدخول فی حرم الحی الذی لا یموت فقرت عینهم بالمناجات فنبهوا علیٰ ذلک بواسطة نبی الرحمة و برکة متابعته فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضرٌ فاقبلوا علیه قائلین السلام علیک ایها النبی - جب یہ تمہید سُن چکے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی - صاف صاف سنو کہ اگر قائل یا رسول اللہ یہ سمجھتا ہے کہ جسطرح اللہ تعالےٰ کا علم ہر وقت تمام جزئیاتِ عالم پر محیط ہے اوسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی علم ہے تو بلاشک اوسکا یہ اعتقاد شرک ہے - مُلّا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین وذکر الحنفیة تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلے اللہ علیه وسلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسائرۃ - اور مجموعہ فتاوی جلد اول مین حضرت اُستاذنا مولانا محمد عبد الحی قدس سرہ لکھتے ہین والعلم الکلی بجمیع الجزئیات فی جمیع الازمان مختصٌّ باللہ جل جلاله - اور مجموعہ فتاوی جلد دوم مین لکھتے ہین ہر شخص کی ندا کو ہر جگہ سے ہر وقت سننا خاص ہے پروردگار عالم کے ساتھ کسی مخلوق مین یہ صفت نہین" انتہی - اور اگر آپکے ذہن مین حاضر کر کے بنظر تشفی قلب وغیرہ یا رسول اللہ بولا ہے اعلام و اسماع کچھ مقصود نہین یا یہ اُمید رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ پر اس کلام کو ظاہر کردیگا تو کچھ مضائقہ نہین - حضرت عمرؓ نے جو ساریہ سے کوسون دور تھے سر منبر پکار کر کہدیا تھا یا ساریة الجبل - تو کیا یہ جانتے نہ تھے کہ ہم کوسون دور ہین ہماری آواز وہان تک کیونکر پونہچیگی - ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ سے پونہچا دینے کی امید کی ہوگی چنانچہ خدا نے وہ آواز لشکر ساریہ کو سُنادی کہ کوئی شخص یا ساریةُ الجبل کہ رہا ہے پس اسیطرح اگر خداوند تعالےٰ نے یہ کلام بذریعہ کشف یا بواسطۂ ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر روشن کردے

تو مستبعد کیا ہے - امام شعرانی مشارق الانوار القدسیہ مین لکھتے ہین - سمعت سیدی
علیا الخواص رحمہ اللہ یقول اذا سألتم اللہ حاجۃ فاسئلوہ بمحمد صلی اللہ
علیہ وسلم وقولوا اللھم انا نسئلک بحق محمد ان تفعل لنا کذا فان للہ ملکا
یبلغ ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقول ان فلانا سأل اللہ بحقک
فی حاجۃ کذا کذا فلیسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ فی قضاء تلک الحاجۃ
فیجاب لان دعاءہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب - یا کوئی شخص درجۂ کمال عرفان
کو پونچگیا ہے اوسکو کشف ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور نصیب ہوا اوس وقت
وہ یا رسول اللہ بولا تو ظاہر ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کیونکہ یہ ندا و خطاب حاضر ہی کو ہے
نہ غائب کو - رہا دوسرا شبہہ اوسکا جواب یہ ہے کہ کشف ضرر و حل مشکلات و اعانت کی
صفت بالذات بلاشک خدا ہی کے لیے ہے غیر اللہ کو حاجت روائے حقیقی سمجھنا بلاشک
شرک ہے قرآن پاک مین اوسکا ابطال جابجا ہے مگر بالواسطہ وہ تو آیات و احادیث سے
بلکہ بالبداہتہ غیر اللہ کے لیے ثابت ہے - قرآن مین ہے - تعاونوا علی البر والتقوی
حدیث مین ہے اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ المسلم اور سب سے
لطف تو یہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے استعانت کی تعلیم فرمائی ہے - طبرانی نے معجم کبیر مین
مرفوعا روایت کی ہے اذا ضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو بارض لیس بھا
انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراھم
یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے - حافظ ابن حجر نے زوائد بزار مین اسکی تحسین کی ہے
اور جامع الصغیر مین بعض علمائے ثقات کا یہ قول نقل کیا ہے - ھذا حدیث حسن -
اور حصن حصین مین ہے وان انفلتت دابۃ فلیناد اعینوا یا عباد اللہ - یعنے جب
تمہاری سواری بے اختیار ہو جائے تو اعینوا یا عباد اللہ کہو اور اوسمین یہ بھی ہے
وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی

بحق کی صورت

یعنے جب مدد کا چاہنا ہو تو یا عباد اللہ الخ کہے۔ غرضکہ آیات و احادیث سے کما حقہ ثابت
ہے کہ اگرچہ بالذات صفت اعانت و حل مشکلات و دفع ضرر خدا ہی کو ہے مگر خدا نے
یہ اوصاف بالواسطہ اپنے بندون کو بھی عطا کیے ہین۔ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے
تحت آیہ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یون لکھا ہے۔ "درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہیکہ اعتماد
بران غیر باشد و او را مظہر عون الہی نداند حرام ست و اگر التفات بجانب حق ست و او را یکے
از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت او تعالے دران نمودہ بغیر استعانت
ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و روا ست و انبیا و اولیا این نوع استعانت
بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق ست لاغیر"
اور آیہ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ کی ذیل مین لکھا ہے۔ "و بنا برین ست کہ از اولیا مدفونین و
دیگر صلحاء مومنین انتفاع و استفادہ جاریست و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور" اور شیخ
دہلوی نے شرح مشکوۃ مین لکھا ہے۔ "حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی
در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات" دیکھو احادیث و اقوال سابقہ سے استعانت
بغیر کا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔ جو لوگ مطلقاً استعانت کے منکر ہین اونکو چاہیے کہ ہاتھ
پاؤن توڑ کر بیٹھ رہین نہ کسی سے کھانا مانگین زبانی طلب کرین کیونکہ اسمین بھی تو دفع ضرر
و استعانت بغیر موجود ہے۔ اور اگر یہ کہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد وصال اس
قابل نہ رہے کہ اونسے کچھ مدد طلب کیجائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کما حقہ ثابت ہے
کہ آنحضرت صلعم مع جسد زندہ ہین اور عالم مین تصرف کیا کرتے ہین۔ علامہ سیوطی تنویر الحلک
فی امکان رویۃ النبی والملک مین لکھتے ہین فحصل من مجموع ہذہ النقول والاحادیث
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیّ بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء
فی اقطار الارض وفی الملکوت۔ یعنے ان نقول و احادیث سے ثابت ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع جسد و روح زندہ ہین اور تصرف فرماتے ہین اور اقطار ارض

وملکوت مین جہان چاہتے ہین سیر کرتے ہین" جب آنحضرت صلعم کا یہ حال ہے تو پھر ایسے امور مین استعانت جنمین آپکی امداد ممکن ہے ہرگز ناجائز نہین ہوسکتی- **خلاصہ** ان تقریرون کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپکو حاضر فی الذہن کرکے آپسے کلام کرے اور آپسے ایسے امور مین مدد مانگے جو آپکی شان کے لائق ہون جیسے یون کہے "یارسول اللہ آپ میرے واسطے درگاہ الٰہی مین دعا فرمایئے میری شفاعت کیجیے- آپ اپنی زیارت سے مشرف فرمایئے" اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ بذریعہ ملائکہ یا کشف یہ کلمات آپ پر روشن کردیگا تو اس نِدا و استمداد مین کچھ مضائقہ نہین- ہان اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ خدا کی طرح آپ ہر وقت تمام جزئیات عالم پر ماہر ہین یا بالذات آپ مین صفت استمداد و حلِ مشکلات ہے تو بلاشبہہ شرک ہے جن علما نے نداے اموات و استمداد بالموتی سے منع کیا ہے اگر غور کیجیے تو اونمین اکثر نے اسی خیال سے منع کیا ہے کہ بعض سفہاے عوام اولیاء اللہ کو بالذات عالم غیب و کاشف ضر سمجھنے لگتے ہین اور بالذات و بالعرض کا کچھ فرق نہین کرتے اسی سبب سے ہم بھی کہتے ہین کہ عوام کو جو غوامض و نکات سے واقف نہین نداے اموات سے روکنا چاہیے- مگر یہ نہین کہ یارسول اللہ کہنا اور آپسے توسل و استعانت کرنا مطلقاً ممنوع ہے- هٰذا هو حق صریح والعدول عنه قبیح- **تنبیہ** تقاریر سابقہ سے ضمناً معترض صاحب کے کل اقوال کا رد ہوگیا اور آپکے سارے دلائل کے دھوئین اُڑگئے- اب صراحۃً آپکے بعض اقوال نقل کرکے زلازل و قلاقل ظاہر کیے جاتے ہین- **قال** اگر یہ مطلب ہے کہ لفظ یارسول اللہ کے ساتھ توسل کرنا اور دفع مشکل خدا سے چاہنا یعنے یون کہنا کہ یارسول اللہ مین بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون تو درست ہے- **اقول** الحمد للہ کہ آپکی زبانِ قلم سے حق بات نکل گئی ورنہ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے تو اسکو شرک اکبر قرار دیا ہے- دیکھیے کتاب التوحید صغیر مین یون لکھا ہے فمن قال یارسول اللہ اسئلك الشفاعة یا محمد ادع الله فی قضاء حاجتی

یا محمد اسئل اللہ بك وکل من نادٰہ فقد اشرك شرکًا اکبر - یعنے جو شخص یہ الفاظ کہے اور آنحضرت صلعم کو ندا کرے وہ بڑا مشرک ہے - بہرکیف جب آپ قائل ہین کہ یون ندا کرنا درست ہے تو مین پوچھتا ہون کہ یہ کوئی انچھر تو ہے نہین کہ معنے سے کچھ غرض نہو پھر یہ ندا کیسی - آنحضرت صلعم اتنی دور سے کیونکر سُن لینگے - اسکے علاوہ یہ تو بجاے ادعا ہے - آپ تو خود شدائد کے وقت غیر اللہ کے پکارنے کے قائل ہوگئے یعنی استعانت تو ہم پوچھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کو خطاب کرکے کہنے سے کیا مطلب ہے اگر توجہ مقصود نہین ہے تو ندا کی کیا ضرورت تھی - جناب عالی متوجہ کرنے کا ثمرہ بھی استعانت ہی ہے - ہم کب کہتے ہین کہ آپسے ایسی چیز طلب کرنا درست ہے جو آپکے امکان مین نہین - جب آپکو ندا کرنا درست ہوگیا تو ایسی چیز مانگنا جسکے آپ شایان ہین نادرست کیون ہونے لگا - چاہے یون کہیے کہ یارسول اللہ بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون - چاہے یون کہیے کہ یارسول اللہ آپ فلان مشکل مین خدا سے دعا کیجیے - یا یون کہیے کہ یارسول اللہ فلان مشکل مین مدد کیجیے یعنے خدا سے حل ہوجانے کی دعا کیجیے - سبکا مآل واحد ہے ع وللناس فیما یعشقون مذاہب

تناقض کلام معترض

ثم قال الا توسل بخطاب درست نہین - **اقول** یا اللہ ابھی تو یہ اقرار کیا کہ یون کہنا کہ یارسول اللہ مین بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون درست ہے اور ابھی توسل بخطاب نادرست ٹھرانے لگے - حضرت معترض صاحب اس تعارض کا آپ ہی جواب دیجیے - اگر آپسے نہوسکے اپنے اعوان وانصار ہی سے دریافت کیجیے کہ یہ کیسا کلمہ آپکی زبانِ قلم سے نکل گیا ہے جو آپکے علم واستعداد وفہم خداداد پر شاہد حال ہے - **ثم قال** غائب کو خطاب کرنا درست نہین ہے **اقول** مین نے بدلائل ساطعہ غائب کو خطاب کرنا ثابت کردیا ہے فتذکرہ - اون دلائل کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط ہرقل وغیرہ کو لکھے تھے اونمین تو کلمات خطابیہ جابجا

موجود ہین حالانکہ مکتوب الیہم غائب تھے - حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار مین جابجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صیغہ خطاب سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وقت نظم آنحضرت موجود نہ تھے - اگر یہ کہیے کہ وہان یہ امید تھی کہ آیندہ مخاطب کو اسکا علم ہوجائیگا اس سبب سے خطاب کیا تو یہان بھی یہی امید ہے کہ قائل یا رسول اللہ کا قول آپ تک انشاء اللہ پہونچ جائیگا - **ثم قال** ص۶۵ بلکہ جن مقامون پر آپنے تعلیم فرمایا ہے وہین کہنا چاہیے یہی وجہ ہے کہ التحیات مین السلام علیک ایہا النبی کہنا درست ہے الخ **اقول** اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین اور یہ تو مین نے مانا کہ التحیات مین آپکی تعلیم کے سبب سے یہ جملہ کہا جاتا ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ آخر پڑھنے کے وقت آپ حضرات اس کے کچھ معنے بھی لیتے ہین یا طوطے کی طرح معنے بالائے طاق رکھ کے پڑھا کرتے ہین - جب معنے کی طرف توجہ ہوگی تو السلام علیک ایہا النبی کے کہتے ہی آنحضرت کا تصور لازم ہے اور آپکو یہ سلام بھی ضرور پہونچ جائیگا - نسائی و سنن دارمی و مستدرک حاکم و صحیح ابن حبان مین ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام - اور نسائی وغیرہ مین یہ بھی ہے - صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم - **ثم قال** ص۶۶ بلکہ صحابہ بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے - السلام علی النبی بغیبتہ کہتے تھے الخ - **اقول** آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جمیع صحابہ کا اسطرح پڑھنا تو غیر مسلم ہے - اورون کو جانے دیجیے حضرت عائشہ رض ہی کو دیکھیے کہ موطاے امام مالک سے ثابت ہے کہ وہ علیک ایہا النبی ہی پڑھا کرتی تھین - اچھا صاحب جو لوگ بعد الوفاۃ علی النبی پڑھا کرتے تھے وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین آپکی غیبت مین کسطرح پڑھتے تھے - علیک کہتے تھے یا علی پڑھتے تھے - بہرکیف علی النبی پڑھنے سے یہ کہان ثابت ہے کہ خطاب کے ساتھ ناجائز جانتے تھے - ممکن ہے کہ یہ خیال کیا ہو کہ جب صیغہ غائب کے ساتھ کام نکل سکتا ہے تو خطاب کی کیا ضرورت ہے

ع للناس فیما یعشقون مذاہب + علامہ سبکی نے شرح منہاج مین لکھا ہی۔ ان صحہ
ھذا عن الصحابۃ دل علی ان الخطاب فی السلام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
غیر واجب۔ **ثم قال** صحابہ کا عدول گو دلیل عدم جواز خطاب کی التحیات مین نہین ہے
الا اس سے اسقدر ثابت ہوا کہ یا رسول اللہ کہنا ماسوا ے اون مقامون کے جہان آپنے
تعلیم فرمایا یقیناً درست نہین۔ **اقول** ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ آپکے استدلال کے قربان
جائیے غائب کو خطاب کرنے کے عدم جواز کی دلیل جب آپنے یہ ٹہرائی کہ صحابہ نے التحیات
مین خطاب سے عدول کیا ہے۔ پہر جب آپ اس عدول ہی کو قابل حجت نہین جانتے
تو غائب کو خطاب کرنا اس دلیل سے ممنوع کیونکر ثابت ہوا۔ جناب من آنحضرت کا التحیات
مین ایھا النبی پڑہنے کی اجازت دینا عین دلیل اس امر کی ہے کہ غائبانہ یا رسول اللہ
کہنا جائز ہے۔ التحیات کی کچہہ خصوصیت نہین کیونکہ جو وجہ عدم جواز ندا و خطاب کی بیان
کی جاتی ہے وہ یہان بہی موجود ہے اور مین اسکا جواب باصواب بہی پہلے ہی دے چکا
کہ یہ ندا و خطاب عالم تخیل مین ہے اور آنحضرت کو اسکا علم بہی ہوجاتا ہے ولا غبار علیہ
ثم قال یہ صفت یعنے کشف ضرر و مشکل کی خدا ہی کو ہے اور یہ بات بہتیری آیتون سے
ثابت ہی۔ **اقول** بلاشک کشف ضرر و حل مشکلات کی صفت بالذات خدا ہی کو ہے۔
بجز خالق دو جہان کوئی حاجت روا ے حقیقی نہین۔ مگر خدا نے ان صفات کا مظہر اپنے
بندون کو بنایا ہے جسکے سبب سے مجازاً یہ صفات اونکی طرف منسوب ہوتے ہین اور
اسی بنا پر اونسے ضرر و مشکلات مین مدد چاہنا درست ہی۔ دیکھو قرآن مین من انصاری
الی اللہ موجود ہے۔ ناصر کسکو کہتے ہین وہی جو مدد کرے۔ مشکل کے وقت کام آوے
اس قسم کے بیشمار آیات و احادیث مین کوئی کہانتک لکھے۔ المختصر اگر صورت اول مراد ہے
تو ہم بہی اسکو تسلیم کرتے ہین اور ہمارے کچہہ خلاف نہین۔ اور اگر صورت ثانی مقصود ہے
تو محض غلط ہے بہتیری آیتون سے اوسکا ابطال ثابت ہے۔ **ثم قال** منہا و لکای

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ **اقول** اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ کوئی شخص اپنے نفع وضرر کا مالک حقیقی نہین نہ یہ کہ کوئی شخص مطلقًا نفع وضرر نہین پونہچا سکتا۔ جناب عالی اس آیت مین اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ بھی ہے ذرا اس کا مطلب ارشاد ہو آپ قلعی کھل جائیگی۔ **ثم قال** ومنہا قولہ تعالے وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ۔ **اقول** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ جو نفع وضرر نہین پونہچا سکتے جیسے اصنام کہ محض جماد ہین کچھ نہین کر سکتے اونکو پکارنا اور اونسے مدد مانگنا حرام ہے۔ اس آیت سے یہ کہان نکلتا ہے کہ جو لوگ مدد پونہچانے کے قابل ہین اونکو بھی پکارنا ممنوع ہے وقس علی ھذا سائر الآیات **ثم قال** الغرض دواہی اور شدائد کے وقت مخلوق کو پکارنا اور اوس سے استعانت چاہنا جائز نہین۔ **اقول** اگر کوئی شخص مثلًا کنوین مین گر جائے تو کیسے وہ کسی آدمی کو پکارے یا نہین۔ کسی سے استعانت کرے یا نہین۔ آپکی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ لب تک نہ ہلائے بلکہ جو کچھ کہنا ہو خدا ہی سے کہے۔ اور یہ کچھ خبر ہے یا نہین کہ آپکے نواب صاحب نفح الطیب مین فرماتے ہین۔ ؎ زمرۂ راے در اقتدا بارباب سنن ✤ شیخ سُنت مدد ے قاضی شوکان مدد ے ✤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے کہتے ہین ؎

یعنی ابن تیمیہ ۱۲ — یعنی شوکانی ۱۲

اَنْجِحْ مَرَامِیْ یَا كَرِیْمُ كُرَّامِہٖ	اَنْتَ الْقَدِیْرُ عَلٰی نَفَاذِ رَجَائِیْ
یعنے اے کریم کرام میری حاجت روائی کیجیے	آپ میری امید بر لانے پر قادر ہین ✤ ✤

جناب معترض صاحب یہ ندا اور استعانت کیسی ہے آپ ان اشعار کی نسبت کیا حکم لگاتے ہین۔ اور صحابہ نے جو بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا محمداہ کہا ہے اوسکے بارے مین آپ کیا فرماتے ہین۔ **ثم قال** اس حدیث سے اسیقدر ثابت ہوا کہ وقت مشکل کے آنحضرت کو وسیلہ گرداننا درست ہے یہ نہین ثابت ہوا کہ وقت مشکل کے

آپ سے استعانت کرے **اقول** اس حدیث کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے یا محمد انی قد توجھت بك الی ربی جس سے آنحضرت کو ندا کرنا کما حقہ ثابت ہے۔ اور اس ندا سے آخر غرض کیا ہے۔ وہ یہ کہ آپ بھی اس باب مین مدد کرین یعنے حق سے دعا کرین پس استعانت بھی ثابت ہو گئی۔ مجھے تعجب ہے کہ جب روز ازل لوگون کو عقل وفہم ملتی تھی تو معترض صاحب کہان تھے جو ایسی نعمت سے محروم رہگئے **ثم قال** اور یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث کو گو ترمذی نے حسن کہا ہے الا بعض محدثون نے مثل شیخ عز الدین بن عبد السلام کے اسکی صحت مین توقف کیا ہے **اقول** واقعی معترض صاحب کی اعجوبہ بیانی قابل یادداشت ہے ترمذی نے اسکی نسبت ھذا حدیث حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے لکھا ہے قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح اور حاکم نے مستدرک مین اسکو علی شرط الشیخین کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اسکا اقرار کیا ہے۔ پس اسکی صحت مین کیا کلام رہا۔ کسیکا بلا وجہ توقف قادح تصحیح محدثین کبار کیونکر ہو سکتا ہے۔ مین نے مانا کہ معترض صاحب کی نظر صرف ترمذی کی تحسین پر تھی مگر جب ترمذی ایسے محدث نے حسن صحیح کہدیا ہے تو بلا حوالہ کتاب شیخ عز الدین کا توقف نقل کرنا اور وجہ توقف بیان نکرنا مضحکہ طفلان نہین ہے تو اور کیا ہے۔ **ثم قال** اور نیز ترمذی کی روایت مین لفظ یا کا نہین ہے **اقول** این گل دیگر شگفت۔ جناب عالی معجم کبیر طبرانی وحصن حصین مین یا محمد انی اتوجہ بك مذکور ہے اور ابن ماجہ وغیرہ مین یا محمد انی قد توجھت بك ہے اور ترمذی مین انی توجھت بك ہے یا محمد نہین ہے زیادت ثقہ کی تو مقبول ہی ہے اور واقعہ واحد ہے تو ترمذی کی روایت مین یہ کہنا پڑیگا کہ یا محمد راوی نے حذف کر دیا ہے اور بالفرض حذف ہو مگر انی توجھت بك الی ربی تو موجود ہے۔ کاف خطاب تو بلا شک آنحضرت کی طرف راجع ہے۔ پس غائب کو خطاب کرنا

ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہے۔ اور یہ تو جناب مؤلف نے لکھا نہین کہ حدیث کا
یہ ٹکڑا ترمذی سے منقول ہے کہ آپکا یہ فرمانا کہ ''ترمذی مین لفظ آیا کا نہین'' قابل التفات ہو۔
غرض کہ مین کس کس بات کی داد دون۔ ؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ٭ کرشمہ
دامن دل می کشد کہ جا اینجاست ٭ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرتؒ سے
فاتحہ کرنے کو دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری
ذبح کی اوسوقت فرمایا کہ یہ میری امت کی طرف سے ہے۔ یہی فاتحہ ہے۔ **قال
المعترض** آنحضرتؐ کا اُمّت کی طرفسے بکری ذبح کرنا صحیح ہے الا یہ قول کہ آپنے فرمایا
کہ یہ میری امت کی طرف سے بھی فاتحہ ہے صحیح نہین اس جملہ کا ثبوت درکار ہے۔ الخ
اقول جناب مؤلف کے رسالے کی اصل عبارت وہی ہے جو مین نے نقل کی ہے
جسکا جی چاہے رسالہ اسرار محبت مطبوعہ مطبع حمیدی واقع بھوپال مین جو پہلا چھاپہ ہے
دیکھ لے۔ البتہ طبع ثانی مین ''ہے ہی'' کے بدلے ''بھی'' چھپگیا ہے۔ معترض صاحب کو
مناسب تھا کہ اور چھاپے کے نسخے بھی دیکھ لیے ہوتے پھر اعتراض جماتے اور عجب
کیا ہے کہ سہو کاتب پر اطلاع ہو گئی ہو مگر پھر بھی اپنی ہمہ دانی ظاہر کرنے سے باز نہ آئے
بہرکیف اصل عبارت سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کا قول یہین تک ہے کہ ''یہ میری اُمت
کی طرفسے ہے'' اسکا ثبوت لیجیے۔ ترمذی مین ہے انہ ضحی بکبش فقال ھذا عمن
لم یضح من امتی۔ یعنے آنحضرت صلعم نے ایک مینڈھا قربانی کیا پھر فرمایا کہ میری امت
مین سے جسنے قربانی نہین کی یہ اوسکی طرف سے ہے۔ رہا یہ جملہ کہ ''یہی فاتحہ ہے'' یہ قول
حضرت مولانا کا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث سے اپنے اعمال کا ثواب غیر کو
پونہچانا ثابت ہوتا ہے۔ پس موتے کے لیے قرآن پڑھنا اور اللہ کی راہ مین کھانا کھلانا
یہی فاتحہ ہے یعنے فاتحہ سے جو غرض ہے یعنے ایصال ثواب وہ اسی پڑھنے اور کھلانے
مین ہے۔ **ثم قال**ؒ اور ایک دلیل فاتحہ کی مؤلف نے ص۵۴ مین ذکر کی ہے وہ یہ کہ

ایکبار سند فاتحہ کی حضرت نے یہ فرمائی کہ ایک صحابی نے کنوان بنایا اور کہا ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ
اسکا جواب اولاً یہ ہے الخ- **اقول** سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھکر اوسکا ثواب موتے کو پونہچانا
اسکو فاتحہ کہتے ہین اور باین معنی فاتحہ کلام اکابر مین جابجا آیا ہے- دیکھو مجدد الف ثانیؒ
اپنے مکتوبات جلد ثانی مکتوب ۱۰ مین لکھتے ہین اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ خوانده فاتحہ خوانده شد
و در اثناے خواندن اثر اجابت مفہوم گشت- اور شاہ عبد العزیز قدس سرہ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ
کی تفسیر مین لکھتے ہین "وصدقات وادعیہ وفاتحہ درینوقت بسیار بکار او می آید- پس حضرت مولانا
مدظلہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ثابت ہے کہ ایصالِ ثواب اعمال درست
ہے تو نفس فاتحہ جائز ٹھرا ایمان رسومات ومروجات سے کچھ بحث نہین- یہ معترض صاحب کی
خوش فہمی ہے کہ آپ یہ سمجھے کہ ان احادیث سے حضرت مولانا رسومات زمانہ کو بھی ثابت
فرماتے ہین- **فائدہ** آجکل کے حضرات ظاہریہ نے مشہور کر رکھا ہے کہ اموات کے لیے
قرآن پڑھنا کتاب وسنت سے ثابت نہین- موتی کے لیے سور تہاے قرآنی پڑھنے کو
بھی بدعت فرماتے ہین- اگرچہ اسکا ثبوت حدیث اضحیہ عن الامۃ اور حدیث ھٰذِہٖ لِاُمِّ
سعد سے عند العقلاء کما حقہ ثابت ہے مگر ظاہریہ منکر قیاس کی سمجھ مین کبھی نہین آنیکا
لہذا چند احادیث خاص قرآن خوانی کے ثبوت مین لکھی جاتی ہین جنمین بعض صحیح اور بعض بوجہ
حدیث اول
کثرت طرق کے حسن لغیرہا ہین- ابو داؤد مین ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے
اِقْرَأُوْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ یٰسٓ- یعنے اپنے موتی پر سورۂ یٰسٓ پڑھو- اگرچہ موتے کے معنے مجازاً
محتضر کے بھی ہین اور اسی حدیث کو متمسک بہ ٹھراکے حالتِ احتضار مین اکثر علما سورۂ
یٰسین پڑھنے کے استحباب کے قائل ہوئے ہین مگر یہ حدیث تو حضرات ظاہریہ کے مقابلے
مین پیش کی گئی ہے اور ان حضرات کو بجز اسکے کچھ چارہ نہین کہ موتے سے اموات حقیقی
ہی مراد لین- اور اگر معنے حقیقی ہی لیجیے تو بھی اس حدیث سے نزع کے وقت اس سورۃ
کا پڑھنا مستحب ٹھریگا کیونکہ اور احادیث سے ثابت ہے کہ سورۂ یٰسٓ موجب تخفیف

عذابِ اموات ہے۔ پس قیاس اسی کو مقتضی ہے کہ یہ سورہ متبرکہ موجب تخفیف سکراتِ
موت بھی ہے۔ اور ابنِ عدی نے روایت کی ہے۔ من زار قبر والدیہ او احدھما (حدیث دوم)
فی کل جمعۃ فقرأ عندھما یٰسٓ غفر لہ بعدد کل حرف منھا۔ اور علامہ سیوطی (حدیث سوم)
نے شرح الصدور میں لکھا ہے۔ اخرج عبد العزیز بسندہٖ عن انس بن مالکؓ
ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من دخل المقابر فقرأ سورۃ یٰسٓ خفف
اللّٰہ عنھم العذاب وکان لہ بعدد من فیھا حسنات۔ اور دار قطنی و طبرانی نے (حدیث چہارم)
روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ من مرّ علی المقابر وقرأ قل ھو اللّٰہ
احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد
الاموات۔ اور شرح الصدور میں ہے اخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی (حدیث پنجم)
فی فوائدہٖ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من دخل
المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللّٰہ احد والھٰکم التکاثر ثم قال انی
جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین والمؤمنات
کانوا شفعاء لہ الی اللّٰہ تعالیٰ۔ اور بیہقی نے روایت کی ہے اذا مات احدکم (حدیث ششم)
فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ ولیقرء عند رأسہ بفاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ
بخاتمۃ البقرۃ۔ اور ابو حامد نے کتاب الاحیاء میں اور ابو محمد عبد الحق نے کتاب (قول امام احمد حنبل ۷)
العاقبہ میں لکھا ہے۔ قال محمد بن احمد المروزی سمعت احمد بن حنبل یقول
اذا دخلتم المقابر فاقرأوا بفاتحۃ الکتاب والمعوذتین وقل ھو اللّٰہ احد واجعلوا
ذٰلک لاھل المقابر فانہ یصل الیھم۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے حضرت (نقل مولانا اسحٰق)
سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا میں مولانا اسحٰق کے ساتھ مولود شریف میں جایا کرتا تھا
قال المعترض مسائل اربعین اور رسالہ مسائل مؤلفہ مولانا محمد اسحٰق صاحب کی
طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اسحٰق صاحب مولود کے قائل ہرگز نہ ہوں گے

اقول جناب معترض صاحب کی اعجوبہ بیانی کو کشت زعفران کیجیے یا دیوار قہقہہ قرار دیجیے کہ بیساختہ ہنسی چلی آتی ہے۔ ناظرین آپکے اس قول پر کہ "مولود کے قائل ہرگز نرہے ہونگے" قہقہے تو لگائیے پھر دیکھا جائیگا۔ ثم قال یہ تلامذہ مرتون مولانا اسحق کے ہمراہ رہے ہین ان حضرات نے کبھی مولانا اسحق صاحب کو مولود مین جاتے نہین دیکھا۔ اقول خدا جانے معترض صاحب کے پاس کونسی دستاویز ہے جسمین مولانا احمد علی مرحوم وغیرہ تلامذۂ مولانا اسحق مرحوم نے لکھدیا ہے کہ ہمنے مولانا کو کبھی مولود مین جاتے نہین دیکھا۔ معترض صاحب کچھہ تو خدا سے شرمائیے کہ ایک بزرگ کی ناحق تکذیب کرنا اور اناپ شناپ لکھدینا کونسی دیانت ہے۔ مین نے مانا کہ ان حضرات نے نہین دیکھا مگر کیا ضرور ہے کہ کوئی دوسرا بھی نہ دیکھے۔ آپ ہی کے اُستاد ہزارون جگہ گئے ہین اور آپکو خبر نہین۔ صحابہ رضی کو دیکھیے کہ عاشقِ رسُول تھے مگر پھر بھی بعض حالات نبویہ سے اونہین اطلاع نہوئی۔ دیکھیے بزرگون سے اولجھنے کا یہی نتیجہ ہے کہ تقریر دلپذیر دیکھکر جہلا تک ہنس پڑین اور قہقہے لگائین۔ ثم قال دلیلون سے اسکا بدعت ہونا ثابت ہے۔ اقول اگر مولود عبارت اس سے ہے کہ کوئی زمانہ معین کرکے اور لوگون کو مجتمع کرکے سر محفل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت و فضائل کا ذکر کرنا اور حاضرین مجلس کو سُنانا تو اسکو بدعت وہی کہیگا جسکو علم و فہم سے کچھہ مس نہین۔ ذکر ولادت خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم جو مقصود اصلی محفلِ مولد سے ہے اوسکے ذکر خیر ہونے سے تو کوئی مسلمان انکار نکریگا۔ اور ذکر خیر کے لیے تعین زمانہ و مکان و اجتماع ناس حدیث سے ثابت ہے دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱ باب البکاء علی المیت مین بخاری شریف کی یہ حدیث منقول ہے۔ عن ابی سعید قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ذهب الرجال بحدیثک فاجعل لنا من نفسک یوما ناتیک فیہ تعلمنا مما علمک اللہ فقال اجتمعن فی یوم کذا وکذا فی مکان

کذا وکذا فاجتمعن فاتاھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلمھن مما علمہ
اللہ الخ۔ یعنے ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک عورت آئی اور
بولی کہ آپکی احادیث سے مرد تو بہت کچھ منتفع ہوئے ایک آدہ روز ہم عورتونکو تو شرف
فرمائیے آپنے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ایسے دن اور ایسے مکان مین مجتمع ہو پس عورتین جمع
ہو ئین آپ تشریف لائے اور بیان فرمایا۔ دیکھو اس حدیث سے ذکر خیر کے لیے تعیین
زمانہ و مکان و اجتماع الناس ثابت ہے۔ پس ذکر ولادت آنحضرت صلعم کے لیے زمانہ
و مکان معین کر کے لوگون کو مجتمع کرنا جائز ٹہرا۔ اب شکل اول بدیہی الانتاج سنو یہ ذکر
نبوی ہے اور ہر ذکر نبوی مستحب ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مستحب ہے یا یون سمجھو۔ ھذا فردٌ
مِن افرادِ نشرِ العلم وکل فردٍ من افرادِ نشرِ العلمِ مندوبٌ نتیجہ یہ نکلا کہ ھذا
مندوبٌ۔ ہان اگر اسمین کوئی امر غیر مشروع داخل کیا جائے جیسے تغنی و مزامیر وغیرہا
تو البتہ نادرست ٹہریگا۔ یا کوئی شخص صوم و صلوٰۃ کی طرح اسکو فرض سمجھنے لگے تو اوسکا یہ
عقیدہ فاسد قرار پائیگا اور یہ امر آخر ہے غرضکہ نفسِ مولود نہ جائز نہین بلکہ مستحب ہے۔
اور بڑے بڑے محدثین مثل ابو شامہ و عراقی و حافظ ابن حجر عسقلانی و قسطلانی و سیوطی
وغیرہم اسکے استحباب کے قائل ہین۔ **ثم قال** اور حضرت مجدد الف ثانی بھی اسکے بدعت
کے قائل تھے چنانچہ اپنے مکتوب مین جو مرزا حسام الدین کو تحریر فرمایا ہے اوسمین اس مجلس
مولد پر انکار کیا ہے۔ **اقول** جناب معترض صاحب چشم بصیرت کھولیے اور مکتوبات
حضرت مجدد الف ثانی کو اوٹھا کر جلد سوم مکتوب ہفتاد و دوم کو جو انہین خواجہ حسام الدین
کے نام ہے ملاحظہ فرمائیے اوسمین موجود ہے "دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در
نفس قرآن خواندن بصورت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است
ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن ست والتزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت
بآن بطریق الحان یا تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح ست اگر بر نہجے خوانند کہ

تحریفے در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آنرا ہم بغرض
صحیح تجویز نمایند چہ مانع است **ثم قال** اور یہی مذہب مختار صاحب راہ سنت اور امام شوکانی
کا تھا۔ **اقول** مجدد العصر حضرت استاذنا مولانا **محمد عبد الحی لکھنوی قدس سرہ** مجموعہ فتاوی
جلد اول صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں "ذکر مولد فی نفسہ امریست مندوب خواہ بسبب بود و در غیر الازمنہ
یا بسبب اندراجش زیر سند شرعی تو کسے مندوبش را منکر نشدہ مگر یک طائفہ قائلہ کہ رب النوع آن طائفہ
تاج الدین فاکہانی مالکی ست و او را طاقتے نیست کہ مقابلہ بعلمائے مستنبطین کہ فتوی بہ ندب ذکر
مولد داوہ کنند پس قول وے درین باب معتبر نیست۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے
فرمایا کہ حضرت سے کسی نے تصور شیخ کو پوچھا آپ نے فرمایا کہ ایک صحابی نے حدیث کے بیان
میں بیان میں فرمایا کانی انظر الی رسول اللہ۔ یہی تصور شیخ ہے۔ **قال المعترض** اولاً
اس سے تصور شیخ جو معروف عند الصوفیہ ہے نہیں نکلتا ہے۔ **اقول** حضرت استاذنا
المکرم مولانا محمد عبد الحی مرحوم نے رسالہ رفع الستر صفحہ ۳۰ میں حدیث کانی اری رسول اللہ الخ
کی نسبت منہیہ میں کیا خوب تحریر فرمایا ہے۔ بھذا الحدیث وامثالہ الواردۃ فی الصحاح
استنبطوا جواز تصور الشیخ ولہ وجہ ولکنہ لا یفہم المناظر۔ **ثم قال** ثانیاً صفحہ ۔
میں مؤلف خود فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت کسیکو تصور شیخ نہیں بتلاتے الخ۔ **اقول**
عدم تعلیم طریقہ تصور شیخ عدم جواز کی دلیل نہیں جو چیز فی نفسہ جائز ہے کیا ضرور ہے کہ آدمی
اوسکا شغل بھی رکھے۔ بہت سے اوراد و وظائف ہیں کہ فی نفسہا جائز ہیں مگر ادنمین کوئی
کسی کے یہاں اور کوئی کسی کے یہاں معمول ہیں یہ تو اپنا اپنا طریقہ ہے اسی پر تصور شیخ
کو تصور کر لیجیے ع للناس فیما یعشقون مذاہب + **ثم قال** چونکہ مؤلف و مؤلف
کے حضرت خود ہی اسکے قائل نہیں لہذا اسکے عدم جواز کی دلیلیں نہیں ذکر کی گئیں۔ **اقول**
یہ آپکی خوش فہمی ہے کہ آپ یہ سمجھے کہ یہ حضرات عدم جواز کے قائل ہیں۔ کم فہم سے کم فہم بھی
سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضرات اسکے فی نفسہ جائز ہونے کے قائل ہیں۔ اور آپ عدم جواز کی

دلیلین کیا ذکر کرینگے وہی جسکے دہوئین اڑ چکے ہین۔ مولانا ولی اللہ دہلوی ایسے شخص اسکے جواز کے قائل ہین قول جمیل مین اسکو ثابت کیا ہے۔ حضرت استاذنا مولانا محمد عبد الحی لکھنوی قدس سرہ کے مجموعہ فتاوی جلد اول صفحہ ۱۴۲ مین اسکے جواز کی نسبت تقاریر علما درج ہین فمن شاء التحقیق فلیرجع الیہا۔ اور خود حضرت مولانا المرحوم مجدد العصر صفحہ ۱۴۲ مین یون تحریر فرماتے ہین" فی الواقع شغل برزخ اوس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے درست ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت۔ ہان افراط تفریط اوسمین منجر ضلالت کی طرف ہے تصریح اسکی مکتوبات مجدد الف ثانی مین جا بجا موجود ہے۔ **قال المؤلف** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بزرگ ہوئے اونہون نے جب نظر کافرون پر ڈالی خود بخود مسلمان ہو گئے **قال المعترض** اولاً یہ کلیہ غلط ہے **اقول** خوش فہمی معترض صاحب نظر سے نظر ظاہری سمجھے ہین حالانکہ نظر خاص مراد ہے جسمین توجہ قلبی شرط ہے اور جسکے لیے وقت بھی خاص ہے۔ اسپر خود حضرت مولانا مدظلہ کے اقوال دال ہین دیکھو جناب مؤلف صفحہ ۴۴ مین لکھتے ہین کہ" حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اگر ایک نظر کرتے تو کوئی مقابلہ نکرتا سب مسلمان ہو جاتے" ظاہر ہے کہ یہان نظر سے نظر ظاہری مراد نہین اور صفحہ ۴۳ مین لکھتے ہین" حضرت قبلہ نے فرمایا کہ توجہ تو ہوا کرتی ہے لیکن اوسکا ایک وقت ہے اوسوقت ایک توجہ کافی ہوتی ہے" غرضکہ یہان نظر سے نظر خاص مراد ہے اور باین معنی یہ لفظ بین الصوفیہ شایع و ذایع ہے اور حضرت مولانا کے ارشاد سے یہ تو ثابت نہین کہ ہر بزرگ نے ایسی نظر ڈالی۔ البتہ یہ نکلتا ہے کہ جسنے ویسی نظر ڈالی اوسکا ثمرہ یہ ہوا۔ پس ایسی نظر کیمیا اثر پڑنے سے اگر کفار مسلمان ہو جائین تو کیا مستبعد ہے۔ اور صرف آپکے زبانی جمع خرچ سے کلیہ غلط کیون ہونے لگا اسکے ابطال کی دلیل ہی کیا ہے۔ اور مین نے مانا کہ کلیہ نہین اکثریہ سہی وللاکثر حکم الکل۔ **ثم قال** ثانیاً ایک بزرگ کا حال بھی بسند صحیح منقول نہوا۔ **اقول**

جناب مؤلف نے صفحہ ۲ مین لکھا ہے کہ "حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ حضرت الشان
مراقب تھے چار آزاد آئے کہنے لگے کیا بڑنگ مین بیٹھے ہو آپنے آنکھ اٹھا کر دیکھا چارون ولی
ہو گئے" عجب نہین کہ معترض صاحب فرمائین کہ یہ نقل بسند صحیح منقول نہین - یا یہ ارشاد کرین
کہ دعوی مسلمان ہونے کا ہے نہ ولی ہونے کا - خیر اسکو جانے دیجیے صحاح مین العین حق
مروی ہے - جب نظر بد کا اثر یہ ہے کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے چہرہ زرد ہو جاتا ہے تو نظر
نیک کا کیا کہنا اسکے لیے کسی واقعے کے نقل کی کیا ضرورت ہے - **ثم قال** ثالثاً صرف نظر
ڈالنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسلمان خودبخود نہوا پس دوسرون کو یہ
مرتبہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے **اقول** اگر ہم تسلیم بھی کرلین کہ آنحضرت صلعم کی خاص نظر کیمیا
اثر پڑنے سے کوئی کافر مسلمان نہوا تو بھی بجز معترض صاحب کے ایسی بات کہ "دوسرون
کو یہ مرتبہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے" کوئی ذی فہم منہ سے نہین نکال سکتا کیونکہ خوارق اولیا کے
لیے کچھ ضرور نہین کہ وہ آنحضرت سے بھی ظاہر ہوئے ہون - دیکھو احیاے اموات آنحضرت سے
باتفاق اکثر علما ظاہر نہین ہوا اور اسمین کوئی مصلحت ہوگی مگر آپکی امت مین سے بعض بزرگان
دین سے ظہور مین آیا ہے - جناب نواب صاحب بھوپال عین القضاۃ ہمدانی کی نسبت تقصار
صفحہ ۳ مین لکھتے ہین "از وے خوارق عادات چون احیاء و اماتت بظہور آمدہ" اور مولانا
مفتی عنایت احمد مرحوم الکلام المتین صفحہ ۱۱۱ مین لکھتے ہین کہ "جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے اولیائے امت سے احیاے موتی اکثر واقع ہوا ہے" امام یافعی نے کتاب مرآۃ الیقضان
مین بعد بیان کثرت و تواتر کرامات حضرت غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز کے لکھا ہے
کہ اس مقام پر مین ایک کرامت کے ذکر پر اکتفا کرتا ہون وہ یہ ہے کہ ایک بڑھیا کے بیٹے
کو جناب حضرت غوث الثقلین سے بہت محبت تھی اکثر آپ ہی کی خدمت مین جا کے حاضر
ہوتا دنیا کے کاروبار مین کم مشغول ہوتا ایکدن اس بڑھیا نے آپکے حضور مین حاضر ہو کے عرض
کیا کہ مین نے اس اپنے بیٹے کو آپکے نذر کیا اور للہ اپنا حق اسے معاف کیا آپ اسے تعلیم باطن

فرمائیے اسلیے کہ میرے کام مین تو یہ رہتا ہی نہین ہر گھڑی بہین آحاضر ہوتا ہے اور اوس لڑکے کو خانقاہ مبارک مین چھوڑ آئی آپنے ریاضت اور سبق باطن مین مشغول کیا کبھی کبھی وہ بڑھیا اپنے بیٹے کو دیکھنے کو آتی تھی ایکدن آئی تو دیکھا کہ وہ بیٹا اوسکا چنے چبا رہا ہے اور بہت حقیر و ناتوان ہوگیا ہے پھر وہ حضرت غوث الثقلین کے پاس گئی دیکھا کہ آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہین اوسنے کہا کہ حضرت آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہین اور میرے بیٹے کو چنے کھلاتے ہین آپنے مرغی کی ہڈیون پر ہاتھ رکھکے فرمایا قُومِی بِاِذْنِ اللّٰہِ الَّذِی یُحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ یعنے اوٹھ کھڑی ہو اوس خدا کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیون کو زندہ کریگا۔ فوراً وہ مرغی زندہ ہوگئی اور آواز کرنے لگی۔ تب آپنے اوس بڑھیا سے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے تب جو جی مین آئے کھائے۔ **قال المولف** نقل ہے کہ ایک پیرزادے حضرت قبلہ کی خدمت مین آئے آپکو دیکھکر بیہوش ہوگئے بعد ازان حضرت نے پوچھا تو کہا مین نے آپکے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آنحضرت کا جمال دیکھکر بیہوش ہوگیا۔ آپنے فرمایا کہ بس ایک جھلک مین تمہارا یہ حال ہوگیا۔ **قال المعترض** یہ نقل محض خلاف ہے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا کسی طرح ثابت نہین کتب فقہ وغیرہ کو ملاحظہ فرمائین یہ باتین کل خلاف مین مؤلف نے اس مجموعہ مین پیران نمی پرند و مریدان می پرانند پر عمل کیا ہے۔ **اقول** آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت جسطرح خواب مین ممکن ہے اسیطرح بیداری مین بھی حاصل ہو سکتی ہے خواب مین حصول شرف زیارت تو متفق علیہ ہے مگر اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ بعض اوقات خواب مین آپسے کوئی چیز عطا ہوتی ہے اور خواب دیکھنے والا بیداری کے بعد اوسکو موجود پاتا ہے۔ چنانچہ مولانا ولی اللہ دہلوی نے رسالہ انتباہ مین اپنے والد جناب شاہ عبد الرحیم مرحوم کا واقعہ لکھا ہے کہ خواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو دو موے مبارک مرحمت فرمائے جو بعد بیداری بھی موجود تھے اور مدۃ العمر اونکے پاس رہے

جنکے عجیب و غریب خواص تھے آپس مین دونون لپٹے رہتے تھے اور درود پڑھنے سے
دونون الگ ہوکر کھڑے ہوجاتے تھے دھوپ مین رکھنے سے اوپر ابر کا ٹکڑا آجاتا تھا۔
اور **جذب القلوب** مین مولانا عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین "احمد بن محمد صوفی
گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ہمہ ترقیدہ کہ بمدینہ آمدم و بران سرور و
صاحبیہ سلام کردم صلے اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہما و بخواب رفتم آنحضرت را در خواب دیدم
کہ میفرماید احمد آمدی چہ حال داری گفتم اَنَا جَائِعٌ وَ اَنَا فِی ضِیَافَتِكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔
فرمود دست بکشا کشادم دراہمے چند در دستِ من نہاد بیدار شدم دراہم در دستِ من بود
ببازار رفتم و فطیر و فالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ در شدم۔ اور **ریاض المرتاض** صفحہ ۲۲
مین جناب نواب صاحب بھوپال لکھتے ہین" ابن الجلا گفتہ بمدینہ در آمدم و مرا فاقہ بود بسوے
قبہ شریف رفتم و گفتم من مہمان توام غنودم و آنحضرتؐ را در خواب دیدم نانے بمن داد نیمہ خوردم
و بیدار شدم نیمہ دیگر در دستِ من بود۔ اور **انتصار** صفحہ ۱۴۱ مین قاضی جلال ملتانی کی نسبت
وہ لکھتے ہین کہ" در بدایون بود وقتے در خواب دید حضرت رسالت را صلعم در سواد بدایون
گولی کہ در موضعے نشستہ است و وضو میسازد چون بیدار شد بر فور آنجا رفت زمین تر شدہ دید
گفت گورِ من ہمین جا بکاوید بعد از فوتش ہمدران مقام دفن کردند۔ اور صفحہ ۱۹۰ مین شاہ حبیب اللہ قنوجی
کی نسبت وہ لکھتے ہین کہ" در ایام طلبِ علم بمطالبِ کتاب چنانچہ باید نمیرسید و ازین وجہ خارخارے
در دل داشت شبے آنحضرت صلعم را در خواب دید و کشایش در علم درخواست کرد چون بیدار شد
ابوابِ علوم بروے مفتوح گشت و بر مسند تدریس نشستہ عالمے را بتکمیل علوم ظاہر و باطن کامیاب
ساخت۔ آپ عالم بیداری مین آپکی زیارت ممکن ہونے کے باب مین بعض نقولِ صحیحہ معتبرہ
لکھی جاتی ہین۔ امام شعرانی **میزانِ کبریٰ** صفحہ ۴۴ مطبوعہ مصر مین لکھتے ہین۔ رأیت ورقة بخط الشیخ
جلال الدین سیوطی عند احد اصحابه وهو الشیخ عبدالقادر الشاذلی مراسلة
لشخص سأله فی شفاعة عند السلطان قایتبای رحمه الله تعالی۔ اعلم یا اخی اننی

قد اجتمعت برسول الله صلى الله عليه وسلم الى وقتى هذا خمسا وسبعين مرة يقظة ومشافهة ولولا خوفى من احتجابه صلى الله عليه وسلم عنى بسبب دخولى للولاة لطلعت القلعة وشفعت فيك عند السلطان وانى رجل من خدام حديثه صلى الله عليه وسلم واحتاج اليه فى تصحيح الاحاديث التى ضعفها المحدثون من طريقهم ولا شك ان نفع ذلك ارجح من نفعك انت يا اخى انتهى ويؤيد الشيخ جلال الدين فى ذلك ما اشتهر عن سيدى محمد بن زين المادح لرسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يرى رسول الله صلى الله عليه وسلم يقظة ومشافهة ولما حج كلمه من داخل القبر یعنے علامہ سیوطی کے بعض اصحاب یعنے شیخ عبدالقادر شاذلی قدس سرہ کے پاس علامہ سیوطی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا خط مین نے دیکھا جو کسی ایسے شخص کے نام تھا جسنے سلطان قاتیبا کے یہان انسے سفارش چاہی تھی اوس خط کا مضمون یہ تھا کہ اے بھائی ابتدا سے لیکر اسوقت تک پچہتر دفعہ عین بیداری مین بالمشافہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت مجھے حاصل ہوچکی ہے اگر مجھکو اسکا خوف نہوتا کہ والیان ملک سے ملنے کے سبب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھے ملنا ترک فرمائینگے تو مین تمہاری خاطر سے قلعہ پر چڑہ کے تمہارے لیے سفارش کرتا - اور مین خدام حدیث سے ہون جن حدیثونکی لوگون نے تضعیف کی ہے اونکی تصحیح مین مجکو آپسے حاجت پڑتی ہو - اور بلاشک اسکا نفع تمہارے اوس نفع سے کہین زیادہ ہے - پہر امام شعرانی لکھتے ہین کہ علامہ سیوطی کے واقعہ کی تائید سید محمد بن زین مادح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا واقعہ مشہورہ بھی کرتا ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بیداری مین بالمشافہہ دیکھتے تھے اور جب حج کیا تو آنحضرت نے قبر مبارک ہی سے اونسے کلام کیا - جبکہ یہ نقل سن چکے تو سنو علامہ سیوطی نے تنویر الحلک نام ایک رسالہ لکھا ہے جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے امکنۂ بعیدہ مین تشریف لانے کو ثابت کیا ہے چنانچہ وہ اوسمین لکھتے ہین فتحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت یعنے پس ان نقول واحادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت مع جسد وروح زندہ ہین اور آپ تصرف کرتے ہین اور اقطار ارض وملکوت مین جہان چاہتے ہین سیر کرتے ہین۔ اب کہان ہین معترض صاحب پیران نمی پرند ومریدان می پرانند کے کہنے والے ذرا ملاحظہ فرمائین کہ آپکا یہ فرمانا کہ ”آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا کسی طرح ثابت نہین“ کس دھوم دہام سے ہباءً منثورا کی طرح اڑ گیا۔ اسی لیے مین کہتا ہون کہ یہ معرکۂ علم واستعداد ہے نہ جولانگاہ غیسواران

قال المؤلف ایک بار حضرت قبلہ بہت علیل تھے آپنے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائی تھین مجھسے فرمایا کہ تمہاری زندگی بہت ہے۔ **قال المعترض** یہ بات محض خلاف ہے اسلیے کہ اولاً حضرت عائشہ کا آنا باطل ثانیاً حضرت عائشہ کو بعد الوفات اس کشف کا ہونا کہ تمہاری زندگی بہت ہے یہ بھی باطل ہے۔ **اقول** مجھے سخت تعجب ہے کہ معترض صاحب کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسے ایسے شبہات کرتے ہین کہ جہلا تک قہقہے لگاتے ہین۔ باطل وخلاف کہدینا تو آپکے بائین ہاتھ کا کھیل ہے۔ مگر بجز دعوے کے دلیل کا نام ونشان تک نہین۔ عالم رؤیا مین کسی بزرگ کا تشریف لانا تو کچھ مستبعد نہین پھر چون وچرا کی کیا وجہ۔ اور اگر یہ کہیے کہ خواب کا تو ذکر نہین تو عرض یہ ہے کہ اسکی کوئی ضرورت نہین۔ آپکے نواب صاحب تقصار صفحہ ۱۰۱ مین لکھتے ہین ”سید محمد بن علوی بوی نوشت رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول لی سلم علی احمد الغشاشی وبشرہ بالشفاعۃ۔ دیکھیے اس عبارت مین منام کا کہان ذکر ہے پس اسی عبارت پر اوس قول کو قیاس کر لیجیے ع این کہ میگویم بقدر فہم تست۔ اور ارواحِ مقدسہ کو اگر کسی کے طولِ حیات کا کشف ہو جائے تو خدا جانے کونسا محذور شرعی لازم آتا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ ”یہ بھی باطل ہے“ ؎ زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست * واقعی معترض صاحب کی یہ کتاب کشتِ زعفران و دیوار قہقہہ سے کچھ کم نہین - **قال المؤلف** حضرت پیر[1] و مرشد نے فرمایا کہ حضرت خواجہ میر درد رضی اللہ عنہ حُقّہ پیتے تھے ایکبار حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے آپسے کہا کہ جو کوئی حقہ پیتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اوس سے منہ پھیر لیتے ہین آپنے حقہ منگایا اور ایک کش لیکر اوسیدم حضوری مین پہونچے دہوان منہ سے نکل رہا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آو درد پاس بیٹھ جاو شاہ صاحب یہ کیفیت دیکھکر قائل ہوگئے **قال المعترض** یہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب پر بہتان ہے طرز حکایت اسکی دلیل ہے اسلیے کہ آنحضرت کا فرمانا کہ آو درد پاس بیٹھ جاو محض خلاف ہے - اور پھر کیا دلیل ہے کہ وہ قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا - یہ کرامت نہین ہے بلکہ شعبدہ اور استدراج ہے آنحضرت نے آکلین ثوم و بصل کو مسجد مین آنے سے منع فرمایا ہے پھر حقہ نوش حق پوش کو کیون اپنے پاس بٹھانے لگے - مجھے خوب یاد ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کسی کتاب مین اپنا منام یا کشف بیان کیا ہے کہ آنحضرت حقہ نوشون سے منہ پھیر لیتے ہین **اقول** آپنے بہتان ہونے کی کیا معقول دلیل پیش کی ہے کہ ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ - مگر آپسے کوئی اتنا تو پوچھے کہ ملازمان عالی یہ باطل ہے اور وہ محض خلاف ہے - یہی فرمائینگے یا اوسکی وجہ بھی بیان کرینگے - اور یہان معترض کی بدزبانی قابلِ ملاحظہ ہے ایک تو حضرت خواجہ میر درد قدس سرہ کے کشف و کرامت کو شعبدہ و استدراج جو فاسقین اور غیر مومنین کی شان سے ہے قرار دیا دوسرے اونکی جناب مین حقہ نوش حق پوش دہر گھسیٹا دیکھے ان بزرگ کی نسبت نواب صاحب بھوپال تقصار صفحہ ۱۹۲ مین لکھتے ہین " سیاح بحرِ محیط حقائق توحید و سلطانِ اقلیم دقائق تفرید و تجرید بود منکر بدعات ست و قامع ضلالات آسمان اگر ہزار چرخ زند مشکل ست کہ چنین صاحب کمالے بہم رسد - انتہی ملخصاً" عجب تماشا ہے کہ آپکے جناب نواب صاحب تو یون رطب اللسان ہون اور آپ بیساختہ ایسے کلمات

[1] یعنی جناب سید احمد میان صاحب خلف حضرت مولانا فضل رحمٰن مدظلہما ۱۲ منہ

معترض صاحب کی بدزبانی

شنیعہ دہر گھسیٹین۔ ؎ از خدا خواہیم توفیق ادب ٭ بے ادب محروم ماند از فضل رب ٭ اور آکلین ثوم و بصل پر ہر حقہ نوش کو قیاس کرنا بیجا ہے کیونکہ کچھ ضرور نہین کہ ہر حقہ کش کا دہن گندہ ہی رہے (مس و چیاروا) اور حقہ کشی کا مسئلہ خود مختلف فیہا ہے کسی نے اسکو حرام کسی نے مکروہ کسی نے مباح بلا کراہت قرار دیا ہے بلکہ اسکی اباحت مین بڑے بڑے علمانے رسالے تالیف کیے ہین علامہ شامی نے حاشیہ دُرِ مختار مین لکھا ہے اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضہم قال بکراهتہ وبعضہم قال بحرمتہ وبعضہم باباحتہ وافردوہ بالتالیف ثم قال والف فی حلہ سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی الحنفی رسالۃ الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان۔ الخ سند المتاخرین مجدد العصر حضرت اُستاذنا مولانا **محمد عبد الحی** قدس سرہ ترویح الجنان مین بعد نقل اقوال و تنقیح دلائل طرفین اسکی کراہت کے قائل ہوئے ہین وھذا ھو الحق عندی جب اس مسئلے کا یہ حال ہے تو ممکن ہے کہ خواجہ میر درد کے نزدیک اباحت ہی ثابت ہو۔ اور یہ تو مین نے مانا کہ بعضون کے کشف سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت حقہ نوشون سے مُنہ پھیر لیتے ہین مگر یہ حکم اکثریہ ہے نہ کلیہ۔ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ نے جو ایسا کیا اونکا مطلب یہی تھا کہ یہ حکم کلی نہین ہے آخر عوام و خواص اور خوشبو و بدبو دمومین مین کچھ فرق ہی یا نہین۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ اعظم علی شاہ صاحب کو کشف ہوا کہ حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ کی عمر پوری ہوگئی حاضر خدمت اعلے حضرت کے ہوئے کہ عمر میری حاضر ہے آپنے قبول نفرمائی۔ ہمارے حضرت قبلہ بھی یہ سنکر نذر کرنے کو حاضر ہوئے حضرت شاہ آفاق نے دو برس آپکی عمر مین سے لے لیے اور بعد دو برس کے انتقال فرمایا حضرت قبلہ فرماتے ہین کہ میری عمر جو زیادہ ہے اوسی کی برکت ہے **قال المعترض** عمر کا دینا اور لینا مجال بشر سے خارج ہے اس قسم کا تصرف ولیون مین ثابت کرنا محض خلاف ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جو چالیس برس اپنی عمر مین سے حضرت داؤد کو دیا تھا تو خود نہین دیا تھا بلکہ خدا ہی تعالے سے اس امر کی التجا کی تھی چنانچہ ترمذی کی روایت سے ثابت ہے الخ۔ **اقول** چونکہ ترمذی کا حوالہ آگیا ہے کہ روز ازل حضرت آدمؑ کی خواہش کے موافق اونکی عمر مین سے چالیس برس لیکر حضرت داؤدؑ کی عمر مین بڑھا دیے گئے تھے

لہذا معترض صاحب کو یہ کہنے کا تو موقع نملا کہ کسیکو کسیکی عمر مین سے کچھ کیونکر ملسکتا ہے یہ تو محض خلاف عقل ہے مگر اتنا کہنے کو ہوگیا کہ کوئی آدمی خود اپنی عمر نہین دیسکتا بلکہ خدا سے دیدینے کی دعا کرے مگر افسوس اتنا نہ سمجھے کہ اون حضرت کا عمر دینا لینا مجازاً ہے اور تماشا تو ہے کہ خود معترض صاحب لکھتے ہین کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو چالیس برس اپنی عمر مین سے حضرت داؤد کو دیا تھا یہان عمر کے دینے کا انتساب آپ خود حضرت آدم کی طرف کرچکے ہین پہر بھی ناک بھون چڑہاتے ہین بہرکیف اون حضرات کے قول کا مآل ہی ہے جو معترض صاحب چاہتے ہین مثلاً حضرت شاہ آفاق نے دو برس آپکی عمر مین سے لیلئے اسکا مطلب یہ ہو کہ حضرت پیرو مرشد مدظلہ خود نذر کرنے کو حاضر ہوئے تو حضرت شاہ آفاق نے لینا قبول فرمایا اور اللہ تعالے نے حسب خواہش طرفین ایک کی عمر مین سے دوسرے کو دو برس دیدیے۔ جناب عالی ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہان مجاز ہو نہ حقیقت دیکھیے آپکے جناب نواب صاحب تقصار صفحہ ۶۰ مین عین القضاۃ ہمدانی کا یہ قول نقل کرتے ہین اے عزیزان کارکیہ بغیر خدا منسوب بینید مجازی دانید نہ حقیقی کہ فاعل حقیقی خداست" **ثم قال** اور مؤلف کے حضرت کی عمر مین سے جب شاہ آفاق نے دو برس لے لیے تو پہر مؤلف کے حضرت کا یہ قول کیسے صحیح ہوگا کہ میری عمر جو زیادہ ہے اوسی کی برکت ہے **اقول** ماشاء اللہ کیا بھاری اعتراض جمایا ہے۔ جناب عالی اگر کسی چیز مین سے کچھ صدقہ دیا جائے تو اوسکی برکت سے اوس چیز مین زیادتی ممکن ہے یا نہین پس کسی کے کچھ عمر نذر کرنے کے عوض مین اگر اللہ تعالے اوسکی عمر بڑھادے تو آخر کسکی برکت کہلائیگی۔ **قال المؤلف** حضرت پیرو مرشد نے فرمایا کہ جب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ صاحب کشف نے دیکھا تھا کہ جو کوئی اونکے آس پاس پانچ پانچ کوس تک مدفون ہوگا مغفور ہوگا۔ **قال المعترض** اولاً کشف حجت نہین ہو ثانیاً پیرو مرشد نے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور نہ اوسکو بسند بیان کیا ہو۔ ثالثاً جن بزرگ نے یہ دیکھا تھا معلوم نہین کہ وہ کون ہین ایسی باتون کا ذکر مضحکۂ طفلان نہین ہو تو اور کیا ہے۔ **اقول** کشف کی بحث گذر چکی فتذکرہ

اور آپنے جو ایسی باتون کے ذکر کو مضحکۂ طفلان قرار دیا ہے حق یہ ہے کہ آپنے اپنی کتاب کا مضحکۂ طفلان ہونا ثابت کیا ہی کیونکہ علامہ قرطبی و سیوطی ایسے بڑے بڑے علمائے بلا سند و حوالۂ کتاب و بغیر ذکر نام صاحب واقعہ اکثر حکایات عجیبہ و منامات غریبہ اپنی تالیفات مین نقل کیے ہین بلکہ آپکے جناب نواب صاحب نے بھی اپنی تالیفات مین اس قسم کے واقعے لکھے ہین سبب کیا کہ اس قسم کے واقعات نقل کرنے مین اسناد کچھ ضرور نہین کما سیجئ تحقیقہ ۔ **قال المؤلف** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حضرت **ایشانؒ** کے مزار پر ایک بزرگ جو اونکے رشتہ دار بھی تھے متوجہ ہوئے پھر منہ پھیر کر چلے کہ وہ تو اپنی بی بی سے صحبت مین مشغول ہین **قال المعترض** یہ کشف خلاف کتاب و سنت ہی کہ اسلیے کہ کتاب و سنت سے جنت مین بی بیون اور حورون سے صحبت کرنا ثابت ہی قبر اس فعل کا محل نہین ہے **اقول** معترض صاحب نے دعوی تو یہ کیا کہ یہ کشف خلاف کتاب و سنت ہی اور دلیل مین دو امر ذکر کیے امر اول کو تو دلیل ہونے کی صلاحیت نہین صرف تبعاً ذکر کیا ہے تو نفس دلیل یہ ٹھہری کہ کتاب و سنت سے ثابت ہی کہ قبر اس فعل کا محل نہین مگر اس باب مین کوئی آیت یا حدیث پیش نہین کی۔ اب مین کہتا ہون کہ کتاب و سنت مین اس امر کی نفی ہرگز مذکور نہین معترض صاحب نے جو دعوی کیا ہی محض جھوٹ ہی۔ یقولون علی اللہ الکذب۔ اب جائے غور ہے کہ لیلۃ الاسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ کو قبر مین کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھنا اور بعض صحابہ کا بعض مردے کو قبر سے سورۃ الملک پڑھتے سننا اور جمیع غفیر کا ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کی قبر سے تلاوت قرآن کی آواز سننا۔ اور بعض وقت قبر کھودنے مین دوسری قبر ظاہر ہونا اور اوسمین کسی مرد کو ہاتھ مین قرآن لیے تلاوت کرتے دیکھنا و امثال ذلک احادیث صحیحہ و نقول معتبرہ سے ثابت ہی جس سے یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالےٰ بعض صالحین کو قبر مین بھی بعض نعمائے دنیوی یا اخروی سے مشرف فرماتا ہے۔ اور حدیث مین انھم یتزاورون فی قبورھم تو آیا ہی۔ اور انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار بھی مروی ہی پس اگر کسی

رواہ الترمذی و غیرہ ١٢

مرد صالح کو قبر مین مباشرت زوجہ نصیب ہو تو محل استبعاد کیا ہے **ثم قال** اور پہر اس حکایت
خرافہ کی صحت کی کیا دلیل ہے - **اقول** نفس الامر مین صحیح و غیر صحیح ہونا تو خدا کو معلوم ہے
مگر چونکہ اس واقعے کو معتبر لوگون نے نقل کیا ہے لہذا اسکی صحت ہی کا حُسن ظن ہے - **ثم
قال** مولف فرماتے ہین کہ منشی سالگرام صاحب نے ذکر کیا کہ حضرت پیر علی شاہ صاحب علیہ
الرحمہ کے دو برہمن مرید تھے لا الٰہ مین غائب اور الا اللہ مین موجود ہو جاتے تھے - پہر جب کرامت
اسی کا نام ہے تو پہر کیا ہے چین ہے مولف کی تحریر سے یہ سارے جوگیان ولی ہو گئے اور نیز
کل شعبدے اور استدراج کرامت ہو گئے - **اقول** مین معترض صاحب کے عقل و فہم سے حیران ہون
کہ لفظ برہمن دیکھکر آپ یہ سمجھ گئے کہ حالت کفر مین اونسے یہ خوارق ظاہر ہوتے تھے اور اتنا نہین
خیال کیا کہ جب ایک بزرگ کے مرید تھے اور لا الٰہ الا اللہ کے قائل تو مسلمان ٹھہرے یا کافر -
نعوذ باللہ من سوء الفہم - جناب عالی اونکے برہمن ہونے کا ذکر اس امر کے اظہار کے لیے ہے
کہ جب وہ برہمن تھے تو ابتدا مین خدا جانے کتنی بُت پرستی کی ہو گی مگر مسلمان اور مرید ہونے سے
اللہ تعالے نے یہ کمال بخشا کہ اونسے ایسے ایسے خوارق ظاہر ہونے لگے - مجھے کمال افسوس ہے
کہ روز اول جب لوگون کو عقل ملتی تھی تو معترض صاحب اوسوقت کہان تھے جو ایسی نعمت
متبرکہ سے محروم رہ گئے و نعم ما ورد مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ - **ثم قال**
مولف نے جن صالحین کے کرامات نقل کیے ہین معلوم نہین کہ وہ حضرات کیسے تھے - نیز یہ بھی
ضرور ہے کہ ناقل کرامت ثقہ عادل ضابط ہو - قرآن پاک مین ہے اِذَا جَآءَكُمْ فَاسِقٌ
بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا - مولف نے اکثر کرامتون کو اپنے پیر و مرشد سے نقل کیا ہے معلوم نہین وہ کیسے
ہین - علاوہ اسکے مولف کے پیر و مرشد نے جو کراماتین مولف سے بیان کی ہین بلا سند و حوالہ
کتاب ہین - **اقول** نقل کرامات کے لیے اسناد ضروری نہین - دیکھیے تاج مکلل صفحہ ۸ مین
امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا یہ قول منقول ہے - اذا روینا عن رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم فی الحلال والحرام والسنن والاحکام تشددنا فی الاسانید و

اذا روینا عنه صلی اللہ علیه وسلم فی فضائل الاعمال وما لا یضع حکماً ولا یرفعه تساهلنا فی الاسانید جب فضائل وغیرہ کے باب مین حدیث نبوی کا یہ حال ہے تو نقل کرامات اولیا کا کیا ذکر۔ اور اگر نقل کرامات مین اسناد ضروری ہوتے تو محدثین کبار کسی ولی کی کرامت کو بلا ذکر سند ہرگز نہ لکھتے اور ناقل کرامات کے لیے جو اوصاف معترض صاحب نے ضروری ٹھہرائے ہین وہ آیہ قرآن سے کیونکر ثابت ہوئے۔ اور جناب مؤلف نے جن صالحین کی کرامتین نقل کی ہین اونکے حق مین جو آپنے یہ دہر گھسیٹا کہ نہین معلوم وہ حضرات کیسے تھے اور جناب مؤلف کے حضرت پیر و مرشد مظلہ کے حق مین جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ معلوم نہین کہ وہ کیسے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات تو آفتاب کی طرح روشن ہین ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم		چشمۂ آفتاب را چہ گناہ	

بہرکیف مین نے جا بجا اس رسالے مین اون بزرگان دین کے حالات درج کر دیے ہین جنسے اونکی قدر و منزلت کالشمس فے الظہیرہ روشن ہے۔ اور طرفہ تو یہ ہے کہ اون حضرات کی شان مین خود معترض صاحب سراپا علم و فہم کی زبانِ قلم سے لفظ صالحین نکل گیا ہے۔ ع والحق ما شهدت به الاعداء ✣ یہ بھی گویا اون حضرات کی ایک کرامت ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا مَعَهُمْ فِیْ زُمْرَةِ الصَّالِحِیْنَ وَالْعَارِفِیْنَ وَالْعُلَمَاءِ الرَّاسِخِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هُمْ اَهْلُ الْفَضْلِ وَالْکَرَامَةِ

تمت

الکتاب بعون اللہ الوہاب

تمت بحمد اللہ کہ رسالہ نافعہ المقالۃ الکاملہ فی رد الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلہ من تصنیف العلوم مخزن الفهوم ناظر جمیل تقبۃ الفضل جناب مولانا مولوی محمد عبد الحسن صاحب دام فیضہ بفضل اللہ الباری حسب فرمائش جناب مولوی مطبع الاولاد

بحسن ... مطبع ... حسینی ... ۱۲۰۳ ...

تذییل

در بیان تقبیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لاشریک لہ وبہ نؤمن ونستعین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین - امابعد حقیر زمن محمد ظہیر احسن شوق نیموی عرض کرتا ہے کہ بعض لوگ جو تبرکا واکراما کسی مرد بزرگ کے ہاتھ پاون چومتے ہین تو اوسکو اکثر حضرات بے علمی سے خلاف شرع سمجھتے ہین بلکہ بعض لوگ اسکو مثل سجدہ غیر اللہ کے شرک جانتے ہین اور نام رکھتے ہین کہ لوگ فلان بزرگ کے ہاتھ پاون چومتے ہین اور وہ اس سے راضی ہین کچھ منع نہین کرتے حالانکہ احادیث صحیحہ وکتب فقہیہ سے اسکا استحباب ثابت ہے فاقول وباللہ التوفیق سنن

ابی داؤد مین زارع وفد عبد القیس سے مروی ہے - قال لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ - یعنے کہا زارع نے کہ ہم لوگ جب مدینے پہونچتے تو اپنے راحلون سے جلدی کرتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاون چومتے - اور اسی ابو داؤد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حال مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کان اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا - یعنے جب آنحضرت صلعم فاطمہؓ کے پاس تشریف لیجاتے تو وہ اونکے کھڑی ہوتین اور ہاتھ پکڑ کے بوسہ دیتین اور اپنی جگہ مین بٹھاتین - اور جامع ترمذی کے باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل مین صفوان بن عسال سے ایک طویل حدیث

حدیث اول

حدیث دوم

حدیث سوم

مروی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ یہود آنحضرت کے پاس آئے اور کچھ پوچھا آپنے جب جواب دیا تو ان لوگون نے آپکے ہاتھ پاون چومے چنانچہ اوسمین یہ عبارت ہے فقبلوا یدیہ ورجلیہ و قالوا نشھد انک نبی۔ یہ حدیث ابوداؤد وغیرہ مین بھی ہے۔ اور ابن ماجہ صفحہ ۲۷۱ مین یہ حدیث یون مروی ہے۔ عن صفوان بن عسال ان قوما من الیھود قبلوا ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجلیہ۔ یعنی صفوان بن عسال سے مروی ہے کہ یہود کی ایک قوم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاون چومے۔ اور اسی ابن ماجہ مین یہ بھی ہے عن ابن عمر قال قبلنا ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنے ابن عمر سے مروی ہے کہ اونہون نے کہا کہ ہم لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چوما تھا۔ اور بزار نے ایک حدیث طویل لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت سے معجزہ طلب کیا آپکے اعجاز سے ایک درخت چلا آیا۔ وہ اعرابی مسلمان ہوگیا اور آپکو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی آپنے منع کیا پھر اوسنے ہاتھ پاون چومنے کی رخصت طلب کی آپنے اجازت دی اور اوسنے آپکے ہاتھ پاون چومے۔ المختصر احادیث سابقہ سے تبرکا و اکراما مرد بزرگ کے ہاتھ پاون چومنے کا استحباب کما حقہ ثابت ہے اب اقوال علما سنو علامہ حموی نے شرح الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۱۵ مین لکھا ہے قال فی مفتاح السعادۃ واما تقبیل الید ان کان ممن یستحق الاکرام کالعلماء والسادات والاشراف فیرجی ان ینال الثواب کما فعلہ بعض الصحابۃ رضی اللہ عنھم اما ان فعل ذلک لصاحب الدنیا یفسق مفتاح السعادۃ مین لکھا ہے کہ ایسے شخص کا ہاتھ چومنا جو مستحق اکرام ہے جیسے علما و سادات کرام و اشراف ذوی الاحترام اسمین ثواب کی امید ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے کیا ہے اور اگر اہل دنیا کی تقبیل کیجائے تو فسق ہے اور در مختار صفحہ ۴۲۲ مین ہے ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک یعنی تبرکا مرد عالم و پرہیزگار کے ہاتھ چومنے مین کچھ مضائقہ نہین۔ اور تنویر الابصار مین ہے طلب من عالم او زاھد ان یمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ یعنے اگر کوئی کسی عالم یا زاہد سے قدمبوسی کے لیے قدم طلب کرے تو وہ اوسکو قبول کرلے اور اپنا قدم بڑھادے۔ اور امام نووی نے کتاب الاذکار مین لکھا ہے اذا اراد تقبیل ید غیرہ ان کان ذلک لزھدہ وصلاحہ وعلمہ وشرفہ وصیانتہ او

نحو ذالک من الامور الدینیة لم یکرہ بل یستحب یعنے اگر کوئی کسی کے زہد وصلاح وعلم
وغیرہ کے سبب سے اوسکے ہاتھ پر بوسا دینا چاہے تو کچھ مکروہ نہین بلکہ مستحب ہے۔ اور خدا نبخشے
نواب صدیق حسن خان بہادر مرحوم بھی اسکے جواز کے قائل ہین چنانچہ موائد العوائد صفحہ ۹۰ مین
بعض احادیث تقبیل نقل کرکے لکھتے ہین کہ "این اخبار ناظر ست در جواز تقبیل دست و پا۔" اور ترمذی
مین جو یہ حدیث مروی ہے قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا
قال فیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذہ بیدہ ویصافحہ قال نعم۔ اسکی نسبت لکھتے ہین
"ظاہر آنست کہ این لزوم وتقبیل غیر معانقہ وبوس دست وپا باشد" یعنے اس حدیث سے جو لزوم
وتقبیل کی نہی نکلتی ہے تو معانقہ اور دست بوسی و قدمبوسی کے علاوہ کسی اور لزوم وتقبیل کی
نہی مراد ہے۔ اور شیخ دہلوی اشعة اللمعات مین لکھتے ہین کہ "از شیخ ابو منصور ماتریدی در تطبیق
احادیث نقل کردہ شد کہ آنچہ بروجہ شہوت بود مکروہ ست وآنچہ بروجہ بر وکرامت باشد مشروع"
الحاصل احادیث واقوال علمائے کرام سے اسکا جواز ثابت ہے۔ بلکہ بعض محدثین
کبار سے بھی قدمبوسی منقول ہے۔ چنانچہ شیخ دہلوی مقدمہ ترجمہ مشکوٰة صفحہ ۹ مین امام بخاری
کے احوال مین لکھتے ہین کہ "مسلم صاحب الصحیح چون نزد اومی در آمد می گفت بگذار مرا تا بوسہ زنم
ہر دو پائے ترا یا طبیب الحدیث یا استاذ الاستاذین یا سید المحدثین"۔ اب تو اسکے جواز مین کچھ کلام
نرہا۔ اور اگر یہ کہیے کہ سجدے اور قدمبوسی مین فرق کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً نیت
کا بڑا فرق ہے۔ ثانیاً دونون کی ہیئت مین بھی اختلاف ہے والسلام علی من اتبع الھدےٰ

تمت

للہ الحمد کہ یہ رسالہ شریفہ وعجالہ منیفہ مولفہ علامہ زمن مولانا المولوی محمد ظہیر احسن دام فیضہ بفضل
رب ذو المنن باہتمام تام امیدوار رحمت کردگار اضعف العباد محمد نثار حسین نثار مہتمم قومی پریس
وپیام یار نہایت صحت وعمدگی سے قومی پریس واقع چوک لکھنؤ مین ماہ جمادی الاخرے
سنہ [illegible] ہجری مطبوع ہوکر مطبوع طبع شائقین حق ویقین ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک

صحت نامہ کتاب المقالۃ الکاملۃ فی رد الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
تقدیمہ	۶	ابوالخیرسنہ	ذی الخیر
۳	۹	الرحمن	الرحمن تبارک وتعالیٰ
״	۱۴	سید	سیدنا
״	۱۷	مشہورمین	مشہورزمن
۴	۷	بادی	باد
״	۱۸	سید	+
״	״	شیخ	·
۷	۶	امل	اصل
۸	۱	انتہی	انتہی نقلا عن الفتح
۱۲	۵	صبت	صبّت
۱۷	۲۰	بعد	جوبعد
۱۸	۱۸	اولیاے	اولیا
۱۹	۳	یہی	اگر یہی
״	۹	اسکا	یا تو اعتقاد سے کوئی اعتقاد خاص مراد ہے جیسے اعتقاد عدم خلق کلام اللہ جسکی وجہ سے امام احمد مضروب و محبوس ہوئے یا اس فقرے کا
۲۰	۸	ممکن	کیا ممکن
۲۴	۲۱	گھر کے	گرد جھکے
۳۱	۵	کچھ امام کے ساتھ	امام صاحب کے ساتھ کچھ
۳۲	۱	بچے بچے	چھوٹے چھوٹے بچے
״	۱۲	ثریا	الثریا
۳۹	۶	عثمان عفان	عثمان بن عفان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۹	۱۴	عثمان عفان	عثمان بن عفان
״	۱۲	لحاجة	حاجته
״	״	قالت ماکان	قال ماکانت
״	۱۷	قضاء	لقضاء
۴۰	۹	فلیوضأ	فلیتوضأ
۴۶	۱۴	حق صریح	الحق الصریح
״	״	قبیح	امر قبیح
״	۱۵	رد	ابطال
۵۰	۱۹	لگاتے ہین	دیتے ہین
۵۳	۷	سعد	سعد سے
״	۸	رسومات	مرسومات
۵۸	۱	جھکے	جنکے
۶۰	۲۰	آلہ	علے آلہ
۶۱	״	سیوطی	السیوطی
۶۴	حاشیہ	سید	سیدنا
۶۶	۷	خود	جو
״	۱۲	خداست	خدا ہے، اور حضرت آدم اور داود والی حدیث مشکوٰۃ کے باب السلام مین یون مروی ہے قال ای رب فانی قد جعلت له ... من عمری ستین سنة معترض صاحب عنوان بیان کو ملاحظہ کیجیے کہ بجائے وعا فبر کا استعمال ہوا یا نہین
۶۷	۱۶	جمیع غفیر	جم غفیر
״	۱۸	ہے جس	ہین جن
״	۲۰	تو	بھی
۶۹	۷	نے	کے
۷۱	۱۵	مفتاح	یعنی مفتاح

تمت